جوہرِ عقلی

جوہر صقلی

فاطمینِ مصر کے عظیم الشان سپہ سالار، مدبّر، وزیر اور
قاہرہ و جامع ازہر کے بانی ابوالحسین جوہر کی
مکمل سوانح عمری

مصنّف

علی ابراہیم حسن

مترجم

جون ایلیا

شائع کردہ

ہز ہائی نس پرنس آغا خان
شیعہ امامی اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے پاکستان
۲۳۰/۱ ڈکروز روڈ گارڈن ایسٹ کراچی نمبر ۳

UB. 04. 03. 86. 1000

مطبوعہ عباسی لیتھو آرٹ پریس شاہراہِ لیاقت
کراچی

فہرست

باب ۱

جوھر

ولادت سے لیکر فتح مصر کی سپہ سالاری تک

پہلی فصل

جوھر

امام معزؑ کی خدمت میں حاضری سے پہلے

قائد جوہر کی زندگی پہ گفتگو کرنے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ مختصر طور پہ اس کے وطن صقلیہ (سسلی) کے بارہ میں کچھ بیان کر دیا جائے۔ اس لئے کہ فرد کے کردار اور شخصیت میں اس کے ماحول کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ اگر ہم اس کے ماحول سے واقف ہوں تو ان محرکات کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں جو اس کی زندگی پہ اثر انداز ہوئے۔

جوہر صقلی (سسلی) میں پیدا ہوا۔ صقلیہ روم کا ایک جزیرہ ہے۔ اس لحاظ سے جوہر در اصل رومی نژاد تھا۔[۱]

عرب رومی شہنشاہی (مشرقی شہنشاہی اور مغربی شہنشاہی) دونوں کے باشندوں کو روم کہتے تھے۔

جوہر کا وطن صقلیہ (سسلی) رومیوں کے زیرِ اقتدار رہا یہاں تک کہ ۲۱۲ ہجری / ۸۲۷ء میں اسے اغلبیوں نے فتح کر لیا۔ یہ فتح قیروان کے قاضی اسد ابنِ فرات کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ یہ مامون رشید کا عہد تھا۔ یاقوت حموی ؒ بیان کرتا ہے کہ قاضی اسد نے جزیرہ صقلیہ کو نو سو سواروں اور دس ہزار پیادوں کی فوج سے فتح کیا تھا۔ مسلمانوں میں قاضیوں کو لشکروں کی سرداری سپرد کرنے کا عام رواج تھا۔ ان قاضیوں نے متعدد بار لشکر کشی کی اور بہت سے ملک فتح کئے۔ وہ گرمی اور سردی کے موسموں میں رومی شہنشاہی کے مشرقی علاقوں پر حملے کرتے رہتے تھے۔ کیونکہ ہمسایہ ہونے کی وجہ سے یہ علاقہ مسلمانوں سے مستقل طور پر مصروف جنگ رہتا تھا۔ چنانچہ مامون الرشید کے عہد میں بازنطین (رومی شہنشاہی کا مشرقی بازو) سے جنگ کرنے کے لئے قاضی یحییٰ ابن اکثم کو لشکر کی سپہ سالاری سونپی گئی تھی۔ جب مسلمانوں نے صقلیہ کو فتح کر لیا تو اس فتح کے نتیجے میں یہاں کے باشندوں کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا۔

اور بہت سی مسجدیں اور درس گاہیں تعمیر کیں مسلمان سیاح جو ہر کے وطن صقلیہ سے پوری طرح واقف تھے۔ یاقوت حموی کا بیان ہے کہ ابو الحسین ابنِ یحییٰ ابنِ فقیہہ نے اپنی کتاب "تاریخ صقلیہ" میں صقلیہ کی بڑی اچھی تصویر کشی کی ہے۔ اس نے صقلیہ کے پہاڑوں، آتش فشانوں، گھاٹیوں، معدنوں، پھلوں اور میووں کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ اور وہاں کی عمارتوں، قلعوں اور تاریخی یادگاروں کے بارے میں اپنی معلومات پیش کی ہیں۔ اسی طرح ابنِ حوقل نے بھی جو ۳۶۲ھ میں صقلیہ گیا تھا اس کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ یہ ۳۶۲ھ وہی سال ہے جس سال امام، معزالدین اللہ فاطمی قاہرہ میں وارد ہوئے تھے اور اس کو اپنا دارالخلافہ بنایا تھا۔ ابنِ حوقل نے صقلیہ کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "محاسن اہلِ صقلیہ" ہے اس نے صقلیہ کے بڑے بڑے شہروں میں بلرم اور خالصہ کے نام گنائے ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے صقلیہ میں جو مسجدیں تعمیر کی ہیں ان کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کو اس ملک میں کس قدر فروغ حاصل ہوا۔ اور اس نے وہاں کے باشندوں کے دلوں پہ کتنا گہرا نقش چھوڑا

تھا۔ شریف ادریسی متوفی ۵۴۹ھ/۱۲۵۱ء نے بھی جزیرہ صقلیہ کا حال لکھا ہے۔ ادریسی نے دنیا کے دور دراز ملکوں اور شہروں کی سیاحت کی تھی۔ اس نے صقلیہ کے بادشاہ راجر دوم کو ایک خاص تحفہ پیش کیا تھا۔ یہ چاندی کا بنا ہوا ایک گلوب تھا۔ جس پر سمندروں اور براعظموں کی نشاندہی کی گئی تھی۔

صقلیہ میں عربی زبان کو بڑا سازگار ماحول ملا۔ اور اسی طرح اسلام کو بھی اپنی نشرواشاعت کے لئے ایک حاصل خیز زمین حاصل ہوئی۔ عربی زبان صقلیہ میں چاروں طرف پھیل گئی اور آخر کار وہ ملک کی دفتری زبان اور بول چال کی زبان بن گئی۔ یہی نہیں بلکہ خالص علمی اعتبار سے بھی صقلیہ نے عربی کی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ افلاطون اور ارسطو کی بعض اہم کتابوں کے عربی میں ترجمے کئے گئے۔ اسی طرح عربی شاعری نے بھی بڑی مقبولیت حاصل کی خاص طور پر معلقات سبعہ اور دوسری عربی نظمیں بہت مقبول ہوئیں۔ نارمن حکمران راجہ نے عربوں کی شہسواری کے اعلیٰ نمونوں کا بڑا اثر قبول کیا تھا۔ جس کے باعث اسے اور اس کے خاندان کو ایک خاص عظمت اور برتری نصیب ہوئی۔ اس کے علاوہ راجہ نے

عربوں سے نظامِ ملک داری اخذ کیا۔ اور امورِ حکومت میں مسلمان اہل کاروں اور دفتر داروں کا تعاون حاصل کیا[6]

وہ عہد جس میں عربی تہذیب و ثقافت کو صقلیہ میں رواج اور فروغ حاصل ہوا صقلیہ کا زریں عہد تھا۔ یہ عہد وہ تھا جس میں صقلیہ کو تمدنی اور تہذیبی اعتبار سے تمام یورپ پر برتری اور فوقیت حاصل تھی۔ صقلیہ میں عربی زبان کے پھیلنے کا یہ اثر ہوا کہ وہ اس ملک میں تاریخی آثار کی زبان بن گئی۔ یہاں تک کہ نارمن حکمران تک بہت اچھی عربی بولتے تھے۔ عربی، یونانی اور فرانسیسی زبانوں نے اطالوی لہجے کے لئے راستہ کشادہ کر دیا تھا۔ کیونکہ نارمنوں کی فتح سے اٹلی کے مہاجرین اور خاص طور پر خود نارمنوں کے لئے راستہ ہموار ہو گیا تھا[7]

صقلیہ کے اسلامی ماحول کو جوہر کی ذہنی نشوونما میں ایک اہم کردار ادا کرنا ہی چاہیے تھا۔ اس طرح کہ وہ ایک پکے مسلمان کی حیثیت سے شباب کی منزل تک پہنچے اور عربی لاطینی اور اس ملک کی دوسری رواج یافتہ زبانوں کے زیرِ اثر پیدا ہونے والی بلند مرتبہ ثقافت و شائستگی سے آراستہ اور عربی و رومی تہذیبوں سے پوری طرح بہرہ مند ہوا۔ جوہر میں سیاسی بصیرت اور جنگی مہارت کی جو مشہور صفات پائی جاتی تھیں ان میں صقلیہ

کی اس تہذیب و ثقافت کو بہت دخل حاصل ہے۔ یہ ثقافت فاطمی معاشرے میں خوب پھلی پھولی۔ (امام) معز الدین اللہ اعلی ایک ادبی شخصیت کے مالک تھے۔ انہیں کئی زبانوں میں مہارت حاصل تھی جن میں یونانی اور ثقلی زبانیں بھی شامل تھیں۔ اس کے علاوہ وہ علم کے عاشق، ادب کے مزاج شناس اور دانش مندی و حسن تدبیر میں مشہور تھے۔ اس لئے انہوں نے صقلیہ اور بلادِ مغرب کے باشندوں میں سے ان لوگوں کو حکومت کے اہم عہدے سپرد کئے جو اپنی اعلیٰ شائستگیٔ کمال اور معقولیت میں ممتاز اور معروف تھے۔

افسوس کہ تاریخ نے ہمارے لئے وہ معلومات محفوظ نہیں کیں جن کے ذریعے ہم جوہر کے خاندان اس کے ماں باپ بھائی اور دوسرے متعلقین کے بارے میں کچھ جان سکیں اور یہ معلوم کر سکیں کہ وہ امام معز الدین اللہ اعلی کی خدمت میں کس طرح پہنچا۔ اس سلسلے میں ہماری معلومات بہت منتشر ہیں جس کے باعث ہم اس کے خاندانی ماحول کا کوئی واضح تصور قائم نہیں کر سکتے جس میں جوہر نے پرورش پائی۔ یقینی طور پہ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ جوہر کس سن میں پیدا ہوا۔ بس یہی ہے کہ ہم ابن زولاق کے بیان سے کوئی رائے قائم کریں۔ ابن زولاق کا بیان ہے کہ:

جب شریف ابو جعفر مسلم ۳۵۸ھ میں جوہر سے مل کر اور صلح کے بارے میں گفتگو کر کے فسطاط واپس آئے تو میں نے ان سے جوہر کی عمر کے بارے میں سوال کیا۔ ابو جعفر نے اس سوال کا یہ جواب دیا تھا کہ جوہر کی عمر ۵۱ سے ۵۳ سال کے درمیان ہو گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ۳۰۵ھ سے لے کر ۳۰۷ھ کے دوران کسی وقت پیدا ہوا ہو گا۔ مگر مقریزی کا بیان اس کی تردید کرتا ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ "جوہر نے ۳۸۱ھ میں وفات پائی" جبکہ اس کی عمر ۸۰ سال سے اوپر تھی۔ اگر ہم اس روایت کو صحیح مان لیں تو جوہر ۲۹۸ھ سے لے کر ۳۰۰ھ کے درمیان پیدا ہوا۔ اور یہی روایت قابل ترجیح ہے۔ اس لئے کہ خود جوہر کے بیان کے مطابق ہے۔ کیونکہ مقریزی کہتا ہے کہ جوہر نے ابن عمار سے ۳۸۱ھ میں جو کہ اس کا سال وفات ہے کہا تھا کہ اب میری عمر ۸۰ سے اوپر ہو چکی ہے۔

کیا جوہر پیدائشی مسلمان تھا۔ یا بعد میں اسلام لایا تھا؟ اس سلسلے میں بھی کوئی قطعی بات نہیں کہی جا سکتی گمان غالب یہی ہے کہ وہ مسلمان خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ۲۱۲ھ میں اسلام صقلیہ میں داخل ہو چکا تھا۔ اس طرح اسلام کا صقلیہ میں داخلہ جوہر کے خلیفہ معز الدین اللہ کی خدمت میں تقرب حاصل

کرنے سے پہلے عمل میں آچکا تھا۔ یعنی اس وقت اسلام کو صقلیہ میں آئے ہوئے سو سال سے زیادہ مدت ہو چکی تھی۔ پھر یہ کہ جوہر کے والد کا نام عبداللہ تھا ہو سکتا ہے کہ عبداللہ ہی اسلام لایا ہو اور جوہر نے ایک مسلمان کے بیٹے کی حیثیت سے تربیت پائی ہو۔ البتہ اس کے دادا پردادا کے سلسلے میں نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مسلمان تھے یا نہیں ہم جوہر کے سلسلہ نسب کو بس اس حد تک جانتے ہیں کہ "ابوالحسین جوہر ابن عبداللہ۔ مورخین اس کے نسب کے بارے میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جوہر موالی کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا اور موزخوں اور نسابوں کے لئے موالی کے نسب کو صحیح طور پہ جاننا مشکل ہے کیونکہ موالی کے گروہ میں اپنے نسب کو محفوظ اور مرتب رکھنے کا رواج نہیں تھا۔

جوہر کا ایک لڑکا تھا جس کا نام حسین تھا اور کنیت ابو عبداللہ وہ اپنے باپ کا حقیقی جانشین تھا۔ اس میں بھی وہی اوصاف پائے جاتے تھے جن کے باعث اس عظیم الشان باپ نے عزت و ناموری حاصل کی۔ اسے جوہر کی زندگی ہی میں قائد ابن قائد کہا جانے لگا تھا۔

حوالہ جات

لہ : مقریزی بیان کرتا ہے (الخطط جلد ا ص ۳۷۷) کہ جوہر ایک رومی غلام تھا جس کی پرورش (امام) معز الدین اللہ علیہ السلام نے
The Story of Cairo
Page 117
کی تھی۔ اسی طرح میں اسٹینلے لین پول نے بھی اسے رومی غلام کے نام سے یاد کیا ہے۔

لہ : صقلیّہ ص۔ ق اور ل زیر کے ساتھ اور ل اور ی پہ تشدید۔ بعض کہتے ہیں کہ صقلیہ سین سے ہے۔ صقلیہ کے باشندوں کی اکثریت ص اور ل کو زبر کے ساتھ بولتی ہے۔ یہ بحر ابیض متوسط کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ ہے۔ اس کے اور افریقیہ کے درمیان ۱۴۰ میل کا فاصلہ ہے۔ وہ ایک شاداب اور حاصل خیز جزیرہ ہے جہاں شہروں اور بستیوں کی کثرت ہے۔ اس میں تقریباً ۲۳ شہر اور ۱۳ قلعے ہیں اور آگ کا وہ پہاڑ ہے جس کے بارے میں رومیوں کا یہ خیال ہے کہ پرانے زمانے کے حکماء اس کے عجائب اور اس میں آگ اور برف کے یکجا ہونے کا منظر دیکھنے کے لئے اس جزیرے میں آتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ اس پہاڑ میں سونے کی کان تھی۔

رومیوں نے اس کا نام "سونے کا پہاڑ" رکھ دیا ہے۔ اس جزیرے کا دارالسلطنت بلرم ہے اور سب سے بڑے شہروں میں خالصہ کا نام آتا ہے (یاقوت۔ معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۷۳، ۳۷۶)۔

سے۳۔ اس خاندان کا بانی ابراہیم ابن اغلب تھا۔ جسے ۱۸۴ھ/۸۰۰ء میں ہارون الرشید نے شمالی افریقیہ کا والی بنایا تھا۔ اس کے بعد اس کی اولاد ۲۹۶ھ/۹۰۹ء تک شمالی افریقیہ کی حکومت پر فائز رہی۔

The Mohammaden Dynasties Pg.36 by Stanley Lane-Poole

سے۴۔ معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۷۴

سے۵۔ کتاب نزہتہ المشتاق فی ذکر الامصار والاقطار والبلدان (روم ۱۵۹۲ء مقریزی الخطط جلد۱ ص ۴۱۵) نے لکھا ہے کہ ان تمام شہروں کے نام جن کا ادریسی نے ذکر کیا ہے قاہرہ میں قصرِ فاطمی کے ریشمی پردوں پر تحریر تھے۔

سے۶۔ عہد جاہلیت کے عربوں میں ادبی میلوں اور بازاروں کا رواج تھا جہاں شاعر عرب کے پارکھ شاعروں کے سامنے اپنی تازہ نظمیں پڑھتے تھے۔ چنانچہ جو نظمیں بہترین قرار دی جاتی تھیں

انہیں سونے کے پانی سے لکھوا کر کعبے کی دیواروں پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ تاکہ عرب کے مختلف قبیلوں کے درمیان ان شاعروں کا نام محترم ہو۔ ظہور اسلام کے زمانے تک ان نظموں کی تعداد سات تک پہنچی تھی۔

۷۔ E Encyclopaedia of Islam Sicily, S.V.

۸۔ Encyclopaedia Britannica, Encyclopaedia of Islam Sicily, S.V.

۹۔ The Story of Cairo, Pg.116 by Stanley Lane-Poole.

۱۰۔ مقریزی۔ اتعاظ الحنفاص ۱۷

۱۱۔ الخطط جلد ا ص ۳۸۰

۱۲۔ ایک مغربی سپہ سالار

۱۳۔ مقریزی الخطط جلد ۲ ص ۱۴

فصل ۲

جوہر

امام معزؑ کی خدمت میں حاضر ہونے سے فتح مصر کی مہم تک

جوہر بلادِ مغرب میں (امام) معزؑ کے بہی خواہوں کے درمیان فاطمی خلافت کی آغوش میں پروان چڑھا۔ مقریزی بیان کرتا ہے کہ (امام) معزؑ جوہر کو اپنے دوسرے موالی اور غلاموں کے مقابلے میں بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے انہوں نے ہی اس کو ابوالحسین کی کنیت سے سرفراز فرمایا اور اسے اپنا مقرب ترین آدمی قرار دیا۔ کیونکہ انہوں نے جوہر کی صلاحیتوں اور خوبیوں کا اندازہ لگا لیا تھا اور جان لیا تھا کہ یہ شخص دین سے خلوص رکھتا ہے اور اس میں نادر اوصاف پائے جاتے ہیں

مورخین جوہر کے اصلی وطن صقلیہ سے نسبت دیتے ہوئے اسے جوہر صقلی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس جزیرے کے بہت سے لوگ فاطمیوں کے زیر پرچم آ گئے تھے اور جب ۲۹۶ھ میں بلاد مغرب میں فاطمیوں کی حکومت قائم ہو گئی

تو یہ لوگ ان کی صفوں میں شامل ہو کر لڑائیوں میں شریک ہوئے۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ ہمیں فاطمیوں کی تاریخ کے ماخذوں میں "صقالبہ" کا لفظ کثرت سے ملتا ہے۔ جبکہ یہ صقلیہ کے باشندوں کے لئے لفظ (صقالبہ) کا استعمال عام ہو گیا تھا۔ اگرچہ یہ استعمال غلط تھا۔ اس لئے کہ صقالبہ سلافی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس میں روسی، صرب، اہلِ بلغاریہ اور بحرِ اسود کے ساحلی علاقوں میں رہنے والے لوگ شامل ہیں لہٰذا صقلیہ والوں کو صقلیین کہنا چاہیئے تھا نہ کہ صقالبہ۔

جوہر ابھی بلاد مغرب ہی میں تھا اور مختلف عہدوں پہ ترقی کر رہا تھا کہ ۳۴۱ھ / ۹۲۳ء میں (امام) معزؑ نے اس کو اپنا کاتب مقرر کیا اس وقت سے اس کو "جوہر کاتب" کا لقب ملا۔ لازمی بات ہے کہ (امام) معزؑ نے مرتبۂ خلافت پہ فائز ہونے سے بہت پہلے ہی جوہر کی صلاحیتوں کا اندازہ لگا لیا تھا۔ کیونکہ اس کے بغیر یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ جوہر اتنی جلدی چھلانگ لگا کر اس اہم منصب پہ فائز ہو جاتا۔ اور امام معزؑ اپنی خلافت کے پہلے ہی سال اس کو اپنا کاتب بنا لیتے۔ کتابت کا منصب ایک اعلیٰ منصب تھا۔ اور خلفاء اس منصب سے صرف اس شخص کو سرفراز کرتے تھے جس میں

امور کی غیر معمولی استعداد اور قدرت پاتے تھے۔ اور اگر کاتب خلیفہ کی مرضی کو جیت لیتا تھا تو اسے وزیر بنا دیا جاتا تھا۔ اس طرح کتابت وزارت کی پہلی سیڑھی تھی۔

امام معزؑ جوہر کے بارے میں بہترین رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ۳۴۰ھ میں اسے وزیر بنا دیا۔ یہ کوئی عجیب بات اس لئے نہیں کہ وہ ایک بلیغ کاتب تھا اور اس فن میں اسے ایک عظیم ادیب کی حیثیت حاصل تھی۔ اس کی اس حیثیت کا اندازہ ہمیں اس صلح نامے سے ہوتا ہے جو اس نے اہلِ مصر کے لئے لکھا تھا۔ یہ اس کی ان صفات ہی کا اثر تھا کہ مصر پر فاطمیوں کی فتح کے بعد اہلِ مصر کی طبیعتوں میں سکون پیدا ہو گیا اور وہ حالات سے مانوس اور رضا مند ہو گئے۔

ابن خلکان کہتا ہے کہ امام معزؑ نے جوہر کو صفر ۳۴۷ھ میں بلاد مغرب کے باقی علاقے فتح کرنے کے لئے روانہ کیا اور وہ مغرب کے مردانِ جنگی کا ایک عظیم لشکر لے کر روانہ ہو گیا۔ اس لشکر میں زیری ابن مناد صنہاجی تھا جس کے بیٹے بلکین کو امام معزؑ نے ۳۶۲ھ میں مصر روانہ ہوتے وقت بلاد مغرب کا حاکم مقرر کیا تھا۔ جوہر تاہرت کی طرف چلا اور اس پر فتح پائی۔ پھر وہ شہر فاس گیا اور وہاں ایک

مدت تک مصروف جنگ رہا۔ لیکن چونکہ یہ مہم کافی دشوار تھی اس لئے لوٹ آیا۔ اور سجلماسہ [3] کا قصد کیا سجلماسہ میں ایک شخص نے شاکر باللہ کا لقب اختیار کر کے اپنے آپ کو امیر المومنین کہلوانا شروع کر دیا تھا۔ جب "امیر المومنین" شاکر باللہ کو معلوم ہوا کہ جوہر قریب پہنچ چکا ہے تو وہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ جوہر نے اس کا پیچھا کیا اور اسے پکڑ لیا۔ اس کے بعد وہ مغرب اقصیٰ کی طرف چلا اور ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فتح کرتا ہوا بحرِ اطلس [4] کے ساحلوں تک پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے طے کیا کہ (امام) معز کو بتائے کہ ہمارے لشکر فتوحات حاصل کرتے ہوئے اب کہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ سمندر سے کچھ مچھلیاں پکڑی جائیں ان مچھلیوں کو پانی کی صراحی میں ڈال کر امام معز کے پاس بھیج دیا گیا۔ اور انہیں اطلاع دی کہ ہیں جن ملکوں، شہروں اور قوموں کی طرف سے گذرا انہیں فتح کر لیا۔ [5]

چونکہ جوہر ابھی شہر فاس کو فتح نہیں کر سکا تھا اس لئے وہ بلادِ مغرب کی فتح کو نامکمل چھوڑ کر فاس کی طرف متوجہ ہوا اور فاس پر مکمل فتح پائی۔ فاس کے حاکم اور سجلماسہ کے حاکم کو گرفتار کر کے مہدیہ روانہ کیا اور ساتھ ہی اپنے نذرانے اور

تحائف بھی امامؑ کی خدمت میں بھیجے۔

اس طرح جوہر نے بلادِ مغرب کے تمام علاقوں میں امن وامان قائم کیا اور یہ سب کچھ ایک سال سے بھی کم مدت میں ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ان فتوحات کو مکمل کیا جو ابو عبداللہ شیعی نے ۲۹۱ ھ میں شروع کی تھیں۔ چنانچہ اس نے اس ملک کے باشندوں کو خلیفہ معزؑ کا اطاعت گذار بنایا اور وہ لوگ امامؑ کی اطاعت وموودت کے دائرے میں شامل ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ ان اسباب کے باعث (امام) معزؑ کی نظر میں جوہر کی قدر ومنزلت بہت بڑھ گئی۔ پس انہوں نے جوہرؔ کو اس لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا جو مصر فتح کرنے کے لئے روانہ ہورہا تھا اور اسے قائد کا لقب عنایت کیا۔

ابن خلکانؒ نے بیان کیا ہے کہ جوہر بلاد مغرب ہی میں تھا کہ بیمار پڑ گیا بیماری بہت شدید تھی اور اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس بیماری سے جاں بر نہ ہوسکے گا۔ (امام) معزؑ نے جب اس کی بیماری کا حال سنا تو بہت غمگین ہوئے اور خود اس کی عیادت کے لئے گئے۔ یہ ایک ایسا شرف اور اعزاز تھا جو بہت ہی خاص اور مقرب لوگوں کو حاصل ہوسکتا تھا اور گویا (امام) معزؑ کا دل یہ کہہ رہا تھا کہ مصر فقط جوہرؔ ہی

کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ پس جب وہ عیادت کر کے واپس ہونے لگے تو انہوں نے کہا کہ:

"وہ نہیں مرے گا مصر اسی کے ہاتھوں فتح ہوگا"

اور امام معزؑ کی یہ پیشگوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ جوہر صحت یاب ہوگیا اور اس کے صحت یاب ہوتے ہی مصر پہ حملے کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ اور جب لشکر روانہ ہوا تو امام معزؑ جوہر کو رخصت کرنے کے لئے خود آئے۔

حوالہ جات

۱۔ الخطط جلد ا ص ۳۵۲۔

۲۔ وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۰۲

۳۔ تاہرت یا تیہرت۔ دو آمنے سامنے کے شہروں کا مشترک نام جن پہ ۲۹۶ھ میں ابوعبداللہ شیعی والی مقرر ہوا۔ اس سے پہلے ۱۳۰ سال تک بنو رستم ان شہروں کے والی رہ چکے تھے۔ تاہرت میں آبادی اور معمور بازار اور کثیر حمام تھے تاہرت کا حاکم میمون ابن عبدالوہاب ابن رستم ابن بہرام د بہرام حضرت عثمان کا غلام تھا۔) فرقہ اباضیہ کا سردار اور امام تھا۔ اور فرقہ اباضیہ اسے اپنا خلیفہ مانتا تھا۔

۴ - مغرب اقصیٰ کا ایک شہر اس شہر میں دو نہریں بہتی ہیں جن کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ یہ نہریں شہر کے قریب آکر دو نہروں میں بٹ جاتی ہیں ایک شہر کے مشرق میں اور ایک مغرب میں بہتی ہے یہ شہر قیروان سے ۴۶ فرسخ کی دُوری پر واقع ہے اس کی بنیاد ۱۴۰ھ اور ۱۶۰ھ میں پڑی تھی بنو مدرار نے اسے اپنا دارالحکومت قرار دیا تھا۔ (البکری ص ۱۴۸-۱۴۹)

۵ - مقریزی الخطط جلد۱ ص ۳۵۲ -

۶ - مقریزی الخطط جلد۱ ص ۳۷۸ -

۷ - ابن خلکان : وفیات الاعیان جلد۱ ص ۱۱۹ اس کے علاوہ

A History of Egypt in the Middle Ages Pg.99 by Stanley Lane-Poole

دیکھیے؛

باب ۲

فتح مصر

امام معز الدین اللہ ؑ نے مصر کی طرف لشکر روانہ ہونے سے پہلے قبیلہ کتامہ کے بزرگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فاطمی، مصر کو فتح کرنے اور شام و حجاز میں اپنا اثر و اقتدار پھیلانے کے لئے کس درجہ سرگرم تھے۔ امام معز ؑ نے اس خطبے میں کہا تھا کہ:

اور ہم تمہارے جسموں اور ذہنوں کی امداد کے حاجت مند ہیں اور جان لو کہ میں تمہیں جس بات کا حکم دے رہا ہوں اگر تم نے اس کی بجا آوری کو اپنے اوپر لازم قرار دے لیا تو مجھے امید ہے کہ خدا مشرق کی مہم کو بھی ہمارے لئے اسی طرح آسان کر دے گا جس طرح اس نے تمہارے تعاون سے مغرب کے معاملے کو آسان کیا۔ ؎

امام معز الدین اللہؑ نے جوہر کی ذات میں اس شخص کو پا لیا تھا جس پر اس مہم کے سلسلے میں پوری طرح اعتماد کیا جا سکتا تھا اور یہ کوئی عجیب بات نہ تھی۔ کیونکہ جوہر ان غیر معمولی اور نادر لوگوں میں سے تھا۔ جو اپنی بہادری، کمال، اور جنگی و انتظامی استعداد کا سکہ منوا چکے تھے۔ چنانچہ جوہر کی جنگی مہارت کے باعث تمام بلاد مغرب ایک کنارے سے لیکر دوسرے کنارے تک امام معزؑ کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا تھا۔ فاطمی اقتدار کے پھیلانے میں جوہر کو بڑا دخل حاصل ہے۔

جب مصر کی فتح کا وقت آن پہنچا تو امام معزؑ نے جوہر کو مصر پہ حملہ کرنے والے لشکروں کا سپہ سالار بنایا۔ امام معزؑ کو جوہر کی ذات پر کس قدر بھروسہ تھا۔ اس کا ثبوت وہ بات ہے جو امامؑ نے اس وقت کہی تھی جب وہ جوہر کے زیر قیادت لشکروں کو رخصت کرنے کے لئے شہر رقادہ سے کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ:

"خدا کی قسم اگر جوہر اکیلا مصر فتح کرنے نکلتا تو اسے فتح کر لیتا۔ وہ لڑے بغیر مصر میں داخل ہو جائے گا۔ اور ابن طولون کے کھنڈروں میں جا اترے گا۔ وہ ایک ایسے شہر کی بنیاد ڈالے

گا جو دنیا پر غالب آجائے گا۔"
امام معزؑ کے اس قول سے ہمیں تین باتیں معلوم ہوتی

ہیں :

پہلی : اپنے سپہ سالار کی تعریف۔ اور ان کا خیال تھا کہ جوہر اکیلا مصر کو فتح کر سکتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے بڑے بڑے فاطمی سپہ سالار اس مہم پہ غالب نہیں آسکے۔ جبکہ ان کے ساتھ بہت بڑے لشکر بھی تھے۔ امام معزؑ کے اس اعتماد نے جوہر کے ذہن پہ بڑا اثر چھوڑا تھا۔ وہ لڑائی میں اپنی جان لڑا دیتا تھا۔ تاکہ امامؑ کی رضا حاصل کر سکے۔

دوسری : امام معزؑ کو مصر کے حالات کا پوری طرح علم تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ مصر فاطمی لشکروں کو روکنے کی سکت نہیں رکھتا۔

تیسری : یہ کہ امام معزؑ "قطائع" جس کی بنیاد احمد ابن طولون نے رکھی تھی۔ کے کھنڈروں پہ یا اس کے قریب فاطمی خلافت کا نیا دارالحکومت تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ وہاں سے مشرقی علاقوں میں اپنا دینی اور سیاسی اثر و نفوذ پھیلا سکیں۔ ساتھ ہی

یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس دارالحکومت کا نام "قاہرہ" پہلے ہی سے امام معزؑ کے ذہن میں تھا۔ جبکہ جوہر کے ہاتھوں اس کی بنیاد بھی نہیں رکھی گئی تھی۔ اس صورت میں اس رائے کا غلط ہونا بالکل ممکن ہے جو مورخین نے قائم کی ہے یعنی یہ کہ جب نجومیوں نے شہر کی قسمت کا ستارہ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ "قاہرہ" ہے اس لیئے اس شہر کا نام قاہرہ پڑ گیا۔

جوہر پہ امام معزؑ کا اعتماد صرف اسی حد تک نہیں تھا۔ چنانچہ ابن خلکان ہمیں بتاتا ہے کہ جس وقت جوہر لشکر لے کر مصر فتح کرنے کے لیئے روانہ ہونے والا تھا اس وقت امام معزؑ نے خلافت و حکومت کی اہم شخصیتوں کو حکم دیا کہ وہ جوہر کو رخصت کرتے وقت اس کے سامنے سے پاپیادہ گذریں۔ امامؑ نے برقہ کے حاکم کو بھی یہی حکم دیا تھا۔ مزید یہ کہ وہ جوہر کے ہاتھوں کو بوسہ دے۔ یہ بات برقہ کے حاکم پہ بہت گراں گذری۔ اور اس نے اسکی بجائے ایک لاکھ دینار پیش کیئے تاکہ اس معاملے سے جان چھوٹ جائے۔ مگر وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

جب جوہر خلیفہ معزالدین اللہؑ کے ہاتھ اور ان کے

گھوڑے کے سم کو بوسہ دے چکا تو خلیفہ نے اسے روانگی کی اجازت مرحمت فرمائی اور جب وہ (خلیفہ) جوہر کو رخصت کر کے قصرِ خلافت میں واپس آئے تو انہوں نے انگوٹھی کے سوا اپنی تمام بیرونی پوشاک عطیے کے طور پر جوہر کے پاس بھیج دی۔

سپہ سالار جوہر ۱۴ ربیع الثانی ۳۵۸ھ/۹۶۹ء فروری میں قیروان سے روانہ ہوا۔ مال و دولت سے بھرے ہوئے ایک ہزار دو سو صندوق اس کے ساتھ اونٹوں پر بار تھے۔ اس کا لشکر ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھا۔ گھوڑوں کی تعداد لشکر کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔ ابنِ زولاق بیان کرتا ہے کہ:

"جب ابو جعفر مسلم علوی جس نے مصریوں اور فاطمیوں کے درمیان صلح کرائی۔ ترُوجہ سے واپس آیا تو اس سے جوہر کے لشکر کی تعداد معلوم کی گئی۔ اس نے بتایا کہ جوہر کا لشکر شمار اور کثرت میں عرفات کے مجمع کی مثل ہے۔"

امام معز ؑ کے شاعر ابن ہانی اندلسی نے اپنی ایک طویل نظم میں اس لشکر کا وصف بیان کرتا ہے۔

مطلع میں کہتا ہے کہ:

رأيتُ بعيني فوق ما كنتُ أسمع
وقد راعني يومٌ من الحشر أروعُ
غداة كأن الأفق قد سدّ بمثله
فعاد غروبُ الشمس من حيث تطلعُ

ترجمہ: "میں نے جو کچھ سنا تھا اس سے زیادہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور وہ دن روزِ حشر سے زیادہ خوف و حیرت میں ڈالنے والا تھا۔ صبح کے وقت افق پہ ایک دوسرا افق چھپا گیا تھا۔ جس سے سورج چھپ گیا تھا۔ حالانکہ یہ سورج کے طلوع ہونے کا وقت تھا۔"

جوہر برقہ پہنچا۔ برقہ کے والی نے اس کی خدمت میں اس طرح سلامی دی جس طرح معزؑ نے اسے حکم دیا تھا۔ اس کے بعد یہ لشکر اسکندریہ کی طرف چلا۔ اسکندریہ نے بغیر مقابلہ اس کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے۔ جوہر اسکندریہ میں داخل ہوگیا اور اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ وہ شہریوں سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جوہر کس قدر صائب الرائے اور حکیمانہ سیاست کا مالک تھا۔ اس نے اپنی اس حکمتِ عملی کے ذریعے مصریوں کے دلوں کو رام کر لیا۔ اور فتح مند لشکر جو

شور و شغب مچانے اور لوٹ مار کرتے ہیں جوہر نے اپنے لشکر کو اس سے روک دیا۔ یہ ان بخششوں اور وظیفوں کا فیض تھا جن کی جوہر نے اپنے لشکروں پر بارش کر دی تھی۔ اور جن کے باعث کسی فوجی کے دل میں کوئی لالچ باقی نہیں رہا تھا۔ اس صورت حال سے پتہ چلتا ہے کہ مصر کے باقی حصے اتنی سہولت سے کس طرح فتح ہو گئے۔

جب فسطاط والوں کو معلوم ہوا کہ جوہر اسکندریہ پہ غالب آ چکا ہے تو ان میں ایک اضطراب پھیل گیا۔ پس وزیر جعفر ابن فرات نے مصر کے حالات کی ابتری پہ غور و فکر کرنے کے لئے حکومت کے ذمہ دار افراد کا ایک جلسہ منعقد کیا۔ سب حاضرین نے صلح طلب کرنے کا مشورہ دیا۔ اور وزیر جعفر ابن فرات کو صلح کی شرائط اور مال و جان کی امان طلب کرنے کے سلسلے میں جوہر سے بات چیت کرنے پہ آمادہ کیا۔ وزیر جعفر ابن فرات نے ابو جعفر مسلم کو جو علوی خاندان کے ممتاز لوگوں میں سے تھے اور اہل مصر جن کا بہت احترام کرتے تھے اپنا نائب مقرر کیا۔ ابو جعفر مسلم علوی نے اس ذمہ داری کو قبول کر لیا اور ملک کے صائب الرائے اور صاحب اثر افراد کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لیا۔

ابو جعفر مسلم کو اس وفد کا سربراہ بنانا ابن فرات کی حکمت عملی

اور دور اندیشی کا ثبوت ہے۔ چنانچہ ایک علوی کے سربراہ وفد ہونے کی وجہ سے مصریوں کے مطالبات مان لیے گئے۔ یہ حقیقت اس دستاویز سے واضح ہو جاتی ہے جو صلح کی شرائط پر مشتمل تھی[11]

یہ وفد پیر کے دن ۱۸ رجب ۳۵۸ھ کو روانہ ہوا اور مصر کے بہت سے لوگ اسے رخصت کرنے آئے۔ وفد کے اراکین شہر تروجہ[12] میں جوہر سے ملے اور جوہر نے ان کی عرضداشت قبول کر لی۔ اس طرح مصریوں اور فاطمیوں کے درمیان صلح کا معاہدہ تکمیل کو پہنچا۔ وہ صلح جسے جوہر نے اپنی تاریخی دستاویز میں محفوظ کر لیا ہے۔ ہم یہاں اسے مقریزی کی کتاب سے نقل کر رہے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر المومنین معز الدین اللہ صلوات اللہ علیہ کے غلام اور کاتب کا مکتوب اہل مصر اور ان لوگوں کے نام جو مصر میں سکونت پذیر ہیں۔

واضح ہو کہ تم نے جن لوگوں کو مجھ سے گفتگو کرنے کی غرض سے بھیجا تھا وہ پہنچ گئے ہیں اور وہ ہیں ابو جعفر مسلم الشریف خدا انہیں

طویل زندگی عطا کرے)، ابو اسماعیل رستی (خدا ان کی تائید فرمائے)، ابو طیب ہاشمی (خدا انہیں اپنی تائید سے نوازے)، ابو جعفر احمد ابن نصر (خدا انہیں عزت دے)، اور قاضی (خدا انہیں معزز کرے)، ان حضرات نے تمہارے بارے میں بتایا کہ تم اپنی جان، مال ملک اور اپنے تمام حال احوال کے سلسلے میں ایک امان نامہ چاہتے ہو۔

میں نے ان کو تمہارے حق میں مولانا و سیدنا امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کے حسن نظر اور اس امر سے آگاہ کیا جس کا حکم وہ (امیر المومنین) پہلے ہی صادر فرما چکے ہیں۔ پس تم خدا کے فضل اور رحمت پر اس کی حمد کرو اور اس کی نصرت و حمایت کا شکر بجا لاؤ۔ تم پر جو کچھ لازم ہے اس میں سرگرم رہو اور اُن (امیر المومنین) کی اطاعت اختیار کرنے میں سبقت کرو کہ یہ طاعت تمہاری محافظ اور تمہاری سعادت و سلامتی

کا باعث ہے۔

امیر المومنین صلوات اللہ علیہ نے اپنے فیروزمند لشکر محض تمہاری حمایت، تمہارے اعزاز اور تمہاری طرف سے جہاد کرنے کے لیے روانہ فرمائے ہیں، کیونکہ ظلم کے ہاتھ تمہاری طرف دراز تھے۔ اور ایک ذلیل تمہارے ساتھ زیادتی کر رہا تھا۔ اس نے اس سال تمہارے شہر پر اقتدار اور غلبہ حاصل کر کے شہریوں کو اسیر بنا کے اور تمہارے مال و دولت پر قابض ہو کر اپنے نفس کو لذت پہنچائی۔ یہی کچھ اس نے مشرق کے شہروں کے باشندوں کے ساتھ بھی کیا۔ اس کا ارادہ پختہ تھا اور حرص شدید تھی۔ پس امیر المومنین صلوات اللہ علیہ نے تمہاری اور مشرق کے شہروں کے تمام مسلمانوں کی طرف سے لڑنے اور ان کا دفاع کرنے کی غرض سے اس کے مقابلے کے لیے اپنی فتح مند فوجیں روانہ کرنے میں سبقت فرمائی۔ مشرق کے شہروں کے ان مسلمانوں

کو رسوائی نے گھیر لیا تھا، ذلت نے دبا رکھا تھا، مصیبتیں ان کو محصور کیے ہوئے تھیں، آفتیں ان پر ٹوٹی پڑ رہی تھیں، وہ خوف دہراس میں مبتلا تھے، اور پیہم فریاد کر رہے تھے، ان کی آہ و زاری کی صدائیں بلند تھیں اور ان کا شور وشین عظیم تھا۔ مگر کوئی بھی ان کی فریاد کو نہ پہنچا۔ البتہ صرف ایک ذات ایسی تھی جسے ان کے حالات نے دکھ پہنچایا اور ان کی تکلیف نے ایذا دی، ان کی بپتا نے اس کی آنکھوں کو اشکبار کر دیا اور ان کی حالت نے اس کی نیندیں اڑا دیں اور وہ ذات مولانا و سیدنا امیرالمومنین کی ذات ہے۔

پس امیرالمومنین نے اس فضل و احسان کے باعث جس کا خدا نے انہیں خوگر بنا دیا ہے ان لوگوں کو نجات دلانے کی امید فرمائی جو مستقل ذلت اور اذیت ناک عذاب میں گرفتار تھے اور امید رکھی کہ ان لوگوں کو

امان دلائیں گے جن پر افسردگی طاری ہے۔ اور ان لوگوں کے دلوں کو فراغت بخشیں گے جو خوف و دہشت میں مبتلا ہیں۔ جو حج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مگر حج معطل ہے۔ لوگ اس شخص کے خوف سے جس نے غلبہ پالیا ہے اپنے حقوق و فرائض چھوڑ چکے ہیں۔ کیونکہ نہ تو وہ اپنی جانوں کو محفوظ سمجھتے ہیں اور نہ مال کو۔ اس بے اطمینانی کی وجہ یہ ہے کہ ظالم نے ان کو ایک کے بعد دوسری آفت کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کا خون بہایا ہے اور بے چاروں کو بے دریغ لوٹا ہے۔

امیر المومنین خدا کے فضل و احسان پر بھروسہ کرتے ہوئے امید رکھتے ہیں کہ اپنی عادت کے مطابق راستوں کی اصلاح فرمائیں گے اور فساد برپا کرنے والوں کی حرکات کا سدِ باب کر دیں گے تاکہ لوگ امن و امان کے ساتھ سفر کر سکیں اور اپنا سامان خورد و نوش اطمینان کے ساتھ لے کر چل سکیں۔ کیونکہ امیر المومنین

صلوات اللہ علیہ کو معلوم ہو گیا ہے کہ لوگوں نے
خوف کے باعث راستوں سے گذرنا چھوڑ دیا
ہے۔ اس لئے کہ نہ تو کوئی سرکشوں کو سزا
دینے والا ہے اور نہ ظالموں کو دفع کرنے والا
پھر یہ کہ راستوں کی اصلاح اور ان میں فساد
پیدا کرنے والوں کی حرکتوں کا سدّباب کرنے
کے علاوہ) سکّے کو نفیس اور خوبصورت بنانا
اور اس کو مبارک و مسعود منصوری سکّے کے
مطابق ڈھالنا اور کھوٹ دور کرنا بھی امیرالمومنین
کے پیشِ نظر ہے۔ یہ تین صفتیں اور خصلتیں
صرف اسی شخص میں پائی جاتی ہیں جو مسلمانوں
کی اصلاح حال کو اپنا فرض خیال کرتا ہے۔
ان کے معاملات پر محض اسی نیت سے غور کرتا
ہے۔ اور اس سلسلے میں اس پر جو کچھ لازم
ہوتا ہے اسے پورا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا
رکھتا۔ اور مولانا و سیّدنا امیرالمومنین صلوات
اللہ علیہ نے عدل اور حق کو پھیلانے، ظلم کو کچلنے
سرکشی کو ختم کرنے، اذیت رسانی کو روکنے

غم و حزن کو رفع کرنے حق پر عمل کرنے اور شفقت، احسان، حسنِ نظر، مروّت اور لطفِ معاشرت کے ساتھ مظلوموں کی مدد کرنے، لوگوں کے حالات کا خیال رکھنے، اور رات اور دن کے وقت اور کسبِ معاش کے دوران شہریوں کی حفاظت کرنے کا اپنے غلام کو حکم دیا ہے۔ تاکہ ان کے کام ضبط و نظم کے ساتھ جاری رہیں۔ ان کے معاملات میں درستی پیدا ہو۔ ان کے حال کی اصلاح ہو سکے۔ انہیں جمعیتِ خاطر نصیب ہو، اور وہ سب خدا کے ولی مولانا و سیّدنا امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کی طاعت میں متحد ہو جائیں اور امیرالمومنین نے اپنے غلام کو ان رسوم کے ختم کر دینے کا حکم دیا ہے جو ظالمانہ ہیں اور جنہیں امیرالمومنین تمہارے اوپر مسلط نہیں دیکھنا چاہتے اور امیرالمومنین نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ میں میراث کے معاملے میں تمہیں قرآن اور

سنت رسولؐ کے مطابق چلاؤں اور مرنے
والوں کا جو اثاثہ ان کی وصیت کے بغیر
بیت المال میں داخل کر دیا جاتا ہے اس
کے داخلے کا یہ سلسلہ روک دوں۔ کیونکہ
بیت المال کا اس پہ کوئی حق نہیں ہے۔
اور امیر المومنین کا ارشاد ہے کہ میں تمہاری
مسجدوں کی مرمت کراؤں ان کو فرش فروش
سے سجاؤں، ان میں روشنی کا انتظام
کروں، ان کے مؤذنوں، متولیوں اور
پیش نمازوں کی تنخواہیں بیت المال سے
ادا کروں اور اس سلسلے کو منقطع نہ ہونے
دوں اور ان لوگوں پہ ان تنخواہوں کے ادا
کرنے کا بار نہ ڈالوں جن کو اس سلسلے میں
اب تک زیر بار کیا گیا ہے۔ اور امیر المومنین
نے اپنے اس مرحمت آگیں فرمان میں جن
چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اور نرمی و عفو سے
متعلق جو ہدایات دی ہیں ان پہ عمل کروں۔
خدا امیر المومنین کی طاعت کے طفیل تم سب

کی تائید و امداد فرمائے۔

تم نے چند امور کا ذکر کیا ہے اور خواہش ظاہر کی ہے کہ میں امان نامے میں ان کا تذکرہ بھی کر دوں۔ چنانچہ میں نے تمہارے اطمینان کے لئے ان امور کا تذکرہ کر دیا ہے۔ حالانکہ نہ تو اس کی کوئی ضرورت ہے اور نہ اس سے کوئی فائدہ کیونکہ اسلام تو بہر حال سنت واحدہ ہے اور ایک ایسا قانون ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ (سنت واحدہ اور قانون) یہ ہے کہ تمہیں تمہارے مذہب پر قائم رکھا جائے اور تم اپنی مسجدوں اور اجتماع گاہوں کے اندر علم حاصل کرنے کے سلسلے میں اپنا جو فرض ادا کرتے رہے ہو اس پہ کاربند رہو۔ اور صحابہ، صحابہ کے بعد تابعین اور شہروں کے ان فقیہوں کے مسلک پر عمل پیرا رہو۔ جن کے فتووں کے مطابق احکام جاری ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ اذان، ماہ رمضان کے روزے، فطرہ، تہجد، زکات،

حج اور جہاد یہ تمام اعمال قرآن و سنت کے مطابق جاری رہیں۔ اور امیر المومنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ذمیوں کے سلسلے میں اسی روش پر عمل کروں جس پر اب تک عمل ہوتا رہا ہے۔

اور تمہارے لئے میری طرف سے اللہ کی دی ہوئی امان ہے جو کامل ہے، عام ہے، محیط ہے، دائم ہے اور مسلسل ہے اور جو ماہ و سال گذرنے کے ساتھ تازہ اور مضبوط ہوتی رہے گی، تمہاری جانوں کی امان، مال کی امان، اہل و عیال کی امان، قسمتوں کی امان، جاگیرداروں اور زمینوں کی امان اور تمہارے کم و بیش کی امان اور یہ کہ کوئی تمہارا مزاحم نہ ہو، کوئی تمہیں اپنے جرم کا نشانہ نہ بنائے، کوئی تمہارے پیچھے نہ پڑے، اور یہ کہ تمہاری حفاظت اور نگہبانی کی جائے، تمہیں بچایا جائے، ظلم کو تم سے روکا جائے، کوئی تمہیں اذیت نہ پہنچا سکے اور کوئی تمہاری طرف دست ستم دراز نہ کر سکے، اور ضعیف تو ضعیف

تمہارے کسی طاقتور کے ساتھ بھی کوئی زیادتی
ظہور میں نہ آسکے اور سلامجھے حکم ہے کہ) میں اس
امر میں کوشاں رہوں جس میں تم سب کی
بھلائی اور سب کا فائدہ ہو اور جس کی
برکت تم سب کے لئے جانی پہچانی ہو اور
جس کے ہوتے ہوئے تم مولانا و سیدنا
امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کی طاعت
سے سرور و شادمانی حاصل کرو اور جو کچھ
میں نے اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے اور
جس کے سلسلے میں میں نے خدا کا عہد و
میثاق اور اس کا ذمہ اور اس کے انبیاء
مرسلین اور اپنے آقا اور ائمہ علیہم السلام
کا ذمہ اور مولانا امیرالمومنین معز الدین
صلوات اللہ علیہ کا ذمہ پیش کیا ہے اس
کا پورا کرنا میرا فرض ہے۔ پس تم اطاعت
و بندگی کا اظہار اور اس کی طرف آنے کا
اعلان کر دو اور میرے پاس آکر سلام کرو
اور میرے ساتھ رہو یہاں تک کہ میں بہ کمتوں

اور سعادتوں والی فضا میں جاکر ٹھہروں

آئندہ سے طاعت پر قائم رہو، اور قائم

رکھو اور اس میں ثابت قدمی اختیار کرو

طاعت و بندگی کے فرائض کی طرف بڑھنے

میں جلدی کرو اور مولانا و سیدنا امیرالمومنین

کے ولی (یعنی خود جوہر) کی اہانت و رسوائی

نہ کرنا۔ اور میں نے تمہیں جو حکم دیا ہے اس کی

بجاآوری کو اپنے اوپر لازم قرار دو خدا تم

سب کو توفیق خیر دے اور نیکی کی ہدایت

فرمائے۔"

یہ ہے اس عہد نامے کا متن جس کی تعمیل کو جوہر نے اپنے اوپر لازم قرار دیا (یہ عہد نامہ) اس نے ۸ شعبان ۳۵۸ھ کو اپنے ہاتھ سے تحریر کیا۔ اور حاضرین کی جماعت کو اس پر گواہ بنایا۔ اسی دن وفد کے اراکین نے جوہر کے دسترخوان پر کھانا کھایا۔ اس دعوت کا خاص مقصد جوہر اور اکابر مصر کے درمیان اتحاد کے رشتے کو مستحکم کرنا اور عام طور پر مصریوں کے دلوں کو مانوس کرنا تھا۔ یہ جوہر کی طرف سے سیاسی سلامت روی کا مظاہرہ تھا۔ جس میں جوہر کی حکمت اور دوراندیشی

پوشیدہ تھی۔ اور ہم جانتے ہیں کہ اس نوع کی دعوتیں سیاسی اور دینی مسئلوں کو حل کرنے میں کتنا اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اس عہد نامے میں ہمیں تین باتیں نظر آتی ہیں:

ا۔ جوہر نے عدل قائم کرنے اور دلوں میں سکون و اطمینان پیدا کرنے کا عہد کیا۔ اس طرح کہ اس نے مصر پر حملہ کرنے والوں کے خلاف مصر کی حمایت کا ذمہ لیا۔ یہ عہد نامہ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ کیونکہ بازنطینی فتوحات کا دائرہ شام تک پھیل گیا تھا۔ جو اخشیدی حکومت کے تحت تھا۔ اور یہ بالکل فطری بات تھی کہ بازنطینی تاخت و تاراج کا یہ سلسلہ خود مصر تک جا پہنچتا جو پہلے ہی سے قرامطہ کی دھمکیاں سہہ رہا تھا۔ اور پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کافور کی وفات کے بعد مصر انحطاط و زوال سے دوچار تھا۔ نیز وبا پھیلنے اور نیل کے اتار کے باعث قحط پڑ جانے سے وہاں ایک انتشار برپا تھا۔ جوہر مصر کے حالات کی اس ابتری سے بے خبر نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے

ایک نازک ترین زمانہ کو چھیڑا یعنی مصریوں کو رہزنوں، گڑبڑ پیدا کرنے والوں اور دوسرے تخریب پسندوں کے شر سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا۔

۲۔ اس نے دینی شعائر کے قیام، مسجدوں کی اصلاح اور نماز جماعت واجتماع کی ضروریات کے مطابق ان کی مرمت اور مسلمانوں کے معاملات کے سلسلے میں مصریوں کو پوری آزادی دی۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ (جوہر) علویوں کا ذکر خیر اور ان کے حق خلافت کا اعتراف کرنا بھی نہیں بھولا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ شیعہ مذہب کے لئے جو فاطمیوں کا مذہب تھا راستہ ہموار کیا جائے۔

جوہر نے وہ اصلاحات جاری کیں جن کی ملک کو ضرورت تھی یعنی سکوں کو بہتر بنانا اور کھوٹ اور ملمع کاری کی روک، پلوں کی مرمت کرانا، ملک کو سنوارنا اور

کے علاوہ وہ تمام اصلاحی اقدامات جو ہر اصلاح پسند فاتح عمل میں لاتا ہے۔

۸ شعبان کو یہ وفد صلح کا عہد نامہ لے کر فسطاط واپس آگیا اور اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ مگر انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا اور اخشدیوں کافور کے ساتھیوں اور فوجیوں نے فاطمیوں سے جنگ جاری رکھنے کا ارادہ مستحکم رکھا اور نحریر کو اپنا سپہ سالار بنایا۔ نحریر فوجوں کو لے کر جیزہ میں اترا اور دشمن سے مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگا[۱۴]۔

اسی سال گیارہ شعبان کو جوہر جیزہ پہنچا اور منیتہ الصیادین کی طرف چلا اور پھر منیتہ شلقان پہنچ کر مخاضہ پر قبضہ کر لیا اور نیل کو عبور کر کے شہر مصر کی طرف پیشقدمی کی۔ جعفر ابن فلاح (جو بعد کو فتح شام کے لئے نامزد کیا گیا) بھی اس سے آملا۔ جوہر نے اسے مغربیوں کے ساتھ نیل عبور کرنے پر ابھارا تاکہ وہ ان کے لئے (یعنی مغربیوں کے لئے ایک نمونہ بن جائے) اور اس سے کہا کہ تمہیں امیر المومنین نے اسی دن کے لئے چنا تھا۔ پس جعفر نے اپنا لباس اتارا اور ازار پہنے ہوئے نیل کو عبور کیا۔ مغربیوں نے اس کی پیروی

کی ۱۵ھ

اخشیدیوں نے اہل مغرب کا مقابلہ کیا اور دونوں گروہوں میں سخت جنگ ہوئی جس میں مصری ہار گئے اور ان کے بہت سے آدمی کام آئے۔ مصری فوجوں کی شکست کے بعد ان میں سے بعض لوگوں نے دریا کو عبور کر کے جوہر کے پاس پناہ لی۔ چنانچہ اس صورت میں ان باقی ماندہ مصری لشکریوں کا فیصلہ کرنا بہت آسان ہو گیا جو مخاصفہ کی حفاظت پر بڑی ثابت قدمی سے قائم تھے۔ پس جوہر نے اپنا بیرونی لباس اتارا اور اپنے آدمیوں کے ساتھ کشتیوں کے ذریعے نیل کو عبور کیا۔ اور مخاصفہ کے محافظ لشکریوں کو تہس نہس کر ڈالا۔ (منگل ۶ شعبان ۳۵۸ھ[16]) اس طرح مصر کی فتح مکمل ہوئی اور مصر فاطمیوں کے قبضہ میں آ گیا۔ جس کو انہوں نے ایک پل کے طور پر استعمال کیا۔ اس پل سے گذر کر وہ اپنی سیاسی اور دینی اغراض کو پورا کرنے کے لیئے مشرق تک پہنچتے تھے۔ یہ فتح اتنی آسانی سے مکمل ہو گئی جس کی توقع نہیں تھی۔ اور یہ سب کچھ جوہر کی جنگی مہارت اور سیاست کا ثمرہ تھا۔

مصریوں کا اندازہ یہ تھا کہ جوہر ان کے ساتھ ولیسا

ہی معاملہ کرے گا جیسا معاملہ ان لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے جن کا ملک بزورِ بازو فتح کیا گیا ہو۔ اور ان کے ملک کو فوجیوں میں تقسیم کردے گا۔ اس لئے جب ہم یہ دیکھتے ہیں تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوتا کہ وہ اپنی اس حرکت کے انجام سے بہت خوفزدہ تھے کہ انہوں نے اس عہدنامے کے خلاف خروج کیا جو مصری وفد نے ان کے سامنے پیش کیا تھا۔ وہ مصری وفد جسے خود انہوں نے اپنا نمائندہ بنا کر جوہر سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ابوجعفر مسلم علوی سے درخواست کی کہ وہ ازسرِ نو اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور جوہر سے امان طلب کرے۔ جوہر نے مصر کو بزور فتح کرنے کے باوجود مصریوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جیسا برتاؤ ان لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے جن کا ملک صلح کے ساتھ حاصل کیا گیا ہو۔ جیسا کہ اس سے پہلے عمرو ابن عاص نے کیا تھا اور اس طرح ان کے دلوں کو جیت لیا تھا اور وہ خلوص و محبت کے ساتھ اس کے مطیع و فرمانبردار ہوگئے تھے۔ اس موقع پر ہم جوہر کو اپنی دوراندیشی اور سیاسی سلامت روی ثابت کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اس طرح کہ وہ مصریوں کو معاف کردیتا ہے اور فوجوں میں اعلان کرا دیتا ہے کہ مصریوں کے ساتھ کوئی سختی نہ کی جائے۔ نیز اپنے فرمان کے

ذریعے وعدۂ امان کی تجدید کرتا ہے اور ملک میں امن و امان قائم کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔ یہ فرمان فاطمیوں کے اس سپہ سالار کے ادب کی نمائندگی کرتا ہے اور اس کے اس انکسار و تواضع کو ظاہر کرتا ہے جس کا مظاہرہ اس نے عین اپنے کمال قوت و جوانمردی کے عالم میں کیا تھا۔ ہم یہ فرمان مقریزی کے حوالے سے یہاں نقل کر رہے ہیں۔ ؎۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

شریف جلیل (خدا ان کی عزت، بلندی اور تائید کو دائم رکھے) کا مکتوب پہنچا۔ انہوں نے مبارک فتح کی مبارکباد دی ہے۔ انہیں بھی یہ فتح مبارک ہو۔ انہوں نے تجدید امان کی جو خواہش ظاہر کی ہے میں اس سے واقف ہوا ہیں اس کی تجدید کرتا ہوں اور شریف (خدا ان کی تائید کرے) کو اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ وہ جس طرح چاہیں اور جسے پسند کریں امان دیں اور جو کچھ میں نے (امان نامے میں) لکھا ہے اس پر جو اضافہ چاہیں

کردیں۔ ان کی دی ہوئی امان میری ہی امان ہو گی اور گویا میرے اور مولانا و سیّدنا امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کے اذن سے ہو گی۔ میں نے وزیر (خدا ان کی تائید کرے) کو لکھ دیا ہے کہ وہ مفرورین) کے مکانوں کے ساتھ احتیاط برتیں یہاں تک کہ وہ (یعنی مفرورین) اطاعت کی طرف لوٹ آئیں اور اس دائرے میں داخل ہو جائیں جس میں جماعت داخل ہو چکی ہے شریف (خدا انکی تائید کرے) ۱۷ شعبان کو منگل کے دن مجھ سے مل لیں۔

اس تحریر سے مصریوں کا خوف دور ہو گیا اور انہیں امن اور سکون نصیب ہوا۔ خاص طور پر اس وقت جب صاحب الشرطۃ السفلی (پولیس افسر) اور جوہر کے ایلچی نے پرچم لے کر گشت لگائی اس پرچم پر امام معز الدین اللہ کا نام لکھا تھا اور یہ لکھا تھا کہ:

ہم لوگوں کو امان دیتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ان سے کسی ہرجانے یا خرچے کا مطالبہ

نہیں کیا جائے گا۔

لوگ یہ جان کر بہت خوش ہوئے شہر کو سکون نصیب ہوا۔ اور امن اپنی جگہ لوٹ آیا۔ دوسرے دن (منگل ۱۷ شعبان) ابو جعفر مسلم علوی وزیر جعفر بن فرات اور دوسرے اشراف، قاضی، علماء اور تاجر جیزہ کی طرف روانہ ہوئے جب جیزہ پہنچ گئے تو جوہر اپنے لشکروں کے درمیان سامنے آیا۔ شریف ابو جعفر مسلم علوی اس کے دائیں طرف کھڑے ہوئے اور وزیر جعفر ابن فرات بائیں طرف اس اثناء میں جوہر کا کوئی صاحب چلایا "زمین کو" پس شریف اور وزیر کے سوا سب لوگوں نے جوہر کے حضور زمین کو بوسہ دیا۔ اور ایک ایک شخص آگے بڑھا، جب سب لوگ جوہر کو سلام کر چکے تو فسطاط لوٹ آئے۔

سورج غروب ہونے کے بعد فاطمی لشکروں نے پل کو پار کیا۔ ان کے ساتھ مال و دولت سے بھرے ہوئے صندوق خچروں پر بار تھے۔ پھر جوہر زریں حُلے میں ملبوس اپنے شہسواروں اور بہادروں کے درمیان آگے بڑھا اور اپنے لشکر کے ساتھ اس قطعہ زمین پر خیمہ انداز ہوا جس پر اس نے جلد ہی شہر قاہرہ کی داغ بیل ڈالی۔ دوسرے دن

جب اہل مصر جوہر کو مبارکباد دینے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ جوہر رات ہی میں امام معز الدین اللہؑ کے قصر کے لئے بنیادیں کھدوا چکا ہے۔[۱۸]

جب امام معز الدین اللہؑ کو فتح مصر کی خبر ملی تو انہیں بے حد خوشی ہوئی۔ قصرِ خلافت کے شاعر محمد ابن ہانی نے ایک طویل نظم پیش کی جو اس طرح شروع ہوتی ہے:

تقول بنی العباس هل فتحت مصر
فقل لبنی العباس قد قضی الامر
وقد جاوز الاسکندریه جوهرٌ
تصاحبه البشری ویقدمه النصر

ترجمہ: بنو عباس پوچھتے ہیں کہ کیا مصر فتح ہو گیا؟
بنی عباس سے کہدو کہ ہاں بات کا فیصلہ ہو گیا
جوہر اسکندریہ سے آگے بڑھ گیا۔ اس کے
ساتھ بشارت ہے اور نصرت اس کی ہم رکاب
ہے۔[۱۹]

اس طرح اخشیدیوں اور عباسیوں کا اقتدار مصر سے رخصت ہوا اور پورا ملک فاطمیوں کی ولایت بن گیا۔ اب فاطمی خلافت مغرب میں بحرِ اطلس سے لے کر مشرق میں بحرِ احمر

تک پھیل گئی۔ نوجوان شیعہ دار السلطنت کا دار الخلافہ قاہرہ اب عباسیوں کی شکستہ حال سُنی حکومت کے دار الخلافہ بغداد کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اس مقابلے اور مسابقت نے تہذیب و تمدن پر بڑا گہرا اثر چھوڑا۔ [2]

مصر پہ فاطمیوں کا تسلط، شام فلسطین اور حجاز جو اخشیدی سلطنت میں شامل تھے۔ اور اس طرح وہ اولین مقصد پورا ہو گیا جو فاطمیوں کے پیشِ نظر تھا۔ یعنی مشرق و مغرب میں فاطمی خلافت قائم کرنا۔

حوالہ جات

1 ۔ مقریزی۔ اتعاظ الحنفا ص ۶۰ - ۶۱

2 ۔ رقادہ قیروان سے ۴ میل پہ واقع ہے۔ ابو عبید اللہ بکری نے اپنی کتاب "المغرب فی ذکر بلاد افریقیہ والمغرب" (ص ۲۷) میں رقادہ کا وصف لکھا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ رقادہ میں باغوں کی کثرت ہے اور یہ کہ افریقیہ (موجودہ تیونس) کی آب و ہوا اس سے زیادہ معتدل اور اس کی مٹی اس سے زیادہ اچھی نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ اغلب کی اولاد میں سے ایک شخص کو نیند نہ آنے کی شکایت ہو گئی۔ طبیب نے اسے رقادہ جانے کا مشورہ دیا۔ پس وہ رقادہ

چلا گیا۔ وہاں جا کر اسے نیند آنے لگی اس وقت سے اس جگہ کا نام رقادہ پڑ گیا۔ ابراہیم ابن محمد ابن زیادۃ اللہ ثانی (۲۶۱ھ۔ ۲۸۹ھ مطابق ۸۷۲ء - ۹۰۲ء) نے اس کو اپنا دار الحکومت بنا لیا۔ اس بستی کی آبادی بڑھنے لگی اور وہاں مسجدوں، محلوں اور حماموں کی بڑی کثرت ہو گئی۔ رقادہ بنو اغلب کے بادشاہ کا دار الحکومت رہا یہاں تک کہ زیادۃ اللہ، ابو عبداللہ شیعی کے مقابلے سے جی چرا کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ اس کے بھاگ جانے کے بعد وہاں خلیفہ عبیداللہ مہدیؑ نے قیام کیا مگر پھر انہوں نے شہر مہدیہ کو اپنا دار الخلافہ بنا لیا۔ اور ۳۰۸ھ میں رقادہ سے مہدیہ منتقل ہو گئے۔ اس وجہ سے رقادہ آہستہ آہستہ ویران ہونے لگا۔ اور پھر صرف اس کا نشان ہی باقی رہ گیا۔

سے۔ قاہر۔ یعنی غالب آنے والا (مترجم)

سے۔ مقریزی اتعاظ الحنفا جلد ا ص ۱۱۹، مقریزی الخطط جلد ا ص ۳۷۸

ھ۔ بلاد مغرب کا سب سے بڑا شہر جو رقادہ سے ۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ اپنی مسجدوں، خوبصورت باغوں اور شاندار عمارتوں کے باعث مشہور ہے (البکری، کتاب المغرب فی ذکر بلاد افریقیہ والمغرب ص ۲۲ - ۲۷) اور

Art Mussulman, Tome I, Pg. 41
by G. Migeon.

دیکھئے:

سے ۶ - وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۱۶

سے ۷ - مقریزی، اتعاظ الحنفا ص ۷۱

سے ۸ - دیوان ابن ہانی اندلسی ص ۱۰۶ - ۱۱۲

سے ۹ - یحییٰ ابن سعید ص ۱۳۲

سے ۱۰ - کندی - کتاب الولاۃ وکتاب القضاۃ ص ۵۸۴ - یحییٰ ابن سعید ص ۱۳۲ -

سے ۱۱ - ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن - الفاطمیون فی مصر ص ۱۰۶

سے ۱۲ - تروجہ، اسکندریہ کے قریب کی ایک بستی -

سے ۱۳ - اتعاظ الحنفا ص ۶۷ - ۷۰ -

سے ۱۴ - ابن خلکان، وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۴۹ - یحییٰ ابن سعید ص ۱۳۲ - ۱۳۳ -

سے ۱۵ - ابن خلکان - وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۱۹

سے ۱۶ - ابوالمحاسن: النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرہ ص ۴۰۷ - ۴۰۸ - مقریزی: اتعاظ الحنفا ص ۷۲

سے ۱۷ - اتعاظ الحنفا ص ۷۲

سے ۱۸ - ابن خلکان: وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۲۰ - مقریزی: اتعاظ الحنفا ص ۷۲ -

۱۹ـ - دیوان ابن هانی اندلسی ص ۸۶

۲۰ـ - The Story of Cairo Pg.119-120

۲۱ـ - The Mohammadan Dynasties Pg.71 by Stanley Lane-Poole.

باب ۳

مصر میں جوہر کی سیاسی حکمتِ عملی

فصل ۱

فتح شام

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جوہر کے مصر فتح کرنے کا سب سے پہلا مقصد یہ تھا کہ مشرق میں فاطمی اثر و نفوذ قائم ہو جائے۔ مصر پر فاطمیوں کے غالب آجانے کے یہ معنی تھے کہ گویا وہ شام فلسطین اور حجاز تک پہنچ گئے اور مشرق و مغرب، میں ان کی حکومت قائم ہو گئی۔ چنانچہ جب ان کا یہ کام مکمل ہو گیا تو اب ان کو عباسیوں کے دار الحکومت بغداد تک اپنا اثر و نفوذ پھیلانے کی قدرت حاصل ہو گئی۔

۱ - جعفر ابنِ فلاح کا شام پر حملہ

اس وقت شام اخشیدی حکومت کے تحت تھا۔ اور اخشیدی جن کی حکومت مصر میں منقلب ہو چکی تھی۔ اس بات

سے بے خبر نہیں تھے کہ فاطمی سیاست اب شام فلسطین اور حجاز پر اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس لئے رملہ اور دمشق کے حاکم حسن ابن عبید اللہ ابن طغج اخشیدی نے فاطمیوں سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور شمول اخشیدی کو دمشق میں اپنا نائب مقرر کیا۔ اور خود رملہ روانہ ہو گیا مگر شمول نے اس کے ساتھ خلوص نہیں برتا اور جوہر کے نام ایک خط لکھا جس میں اس کو دمشق آنے کی دعوت دی گئی تھی اور دمشق فتح کرنے کے سلسلے میں مدد کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ جس وقت فاطمی فوجیں جعفر ابن فلاح (جعفر ایک بربری قبیلے کتامہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور امام معزؑ کے ان فوجی سرداروں میں شامل تھا۔ جنہیں امام معزؑ نے جوہر کے ساتھ مصر فتح کرنے کے لیئے بھیجا تھا) کی سرکردگی میں فلسطین پہنچیں اور حسن اخشیدی نے شمول کو اپنے پاس بلایا تو اس نے جانے سے انکار کر دیا۔

جب جوہر نے شام اور فلسطین فتح کرنے کا عزم کیا تو اس نے اس مہم کو سر کرنے کے لئے جعفر ابنِ فلاح کو مقرر کیا۔ کیونکہ وہ اپنی بہادری اور سپہ سالارانہ صلاحیتوں کے اعتبار سے خاص شہرت کا مالک تھا۔

جعفر شام کی طرف روانہ ہو گیا اور اس نے مختلف علاقوں

کے حاکموں اور والیوں کے نام خط روانہ کئے جن میں ان کو امام معز الدین اللہؑ کی اطاعت کی دعوت دی گئی تھی اور ان کے ساتھ بہترین سلوک کا وعدہ کیا گیا تھا۔ آخر رملہ میں جعفر اور حسن اخشیدی کی فوجوں میں مقابلہ ہوا جس میں حسن کو شکست ہوئی اور وہ اور اس کے بہت سے آدمی اسیر کر لئے گئے۔ پلے حسن کو فسطاط بھیج کر داخل زنداں کر دیا گیا۔ پھر وہاں سے بلاد مغرب بھیجا گیا اور وہیں ۳۷۱ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

اس کے بعد جعفر اخشیدیوں کے ایک والی اور نائب فاتک سے جنگ کرنے کے لئے طبریہ کی طرف بڑھا اور کسی قابلِ ذکر مقابلے اور مقاومت کے بغیر شہر پہ قابض ہو گیا۔ جب دمشق والوں کو معلوم ہوا کہ جعفر نے رملہ اور طبریہ کو فتح کر لیا ہے تو ان میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی سو انہوں نے دمشق کے نامور اور ممتاز لوگوں کا ایک وفد جعفر کی خدمت میں بھیجا۔ یہ وفد خاص اسی دن پہنچا جس دن طبریہ کا حاکم فاتک قتل ہوا تھا۔ اس کے قتل کی وجہ سے فتنہ فساد کی آگ بھڑک رہی تھی۔ جعفر اس وفد کے ساتھ اچھی طرح پیش نہیں آیا۔ لہٰذا یہ لوگ جعفر اور اس کے مغربی فوجیوں سے ناخوش ہو کر واپس چلے گئے۔ ؎۲

اس صورتِ حال سے معلوم ہوتا ہے کہ جعفر کو دمشق کی

فتح کے سلسلے میں کافی مشکلوں کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔

جعفر نے بنو عقیل اور ان کے عرب ساتھیوں کو حوران میں شکست دینے اور حمص تک ان کا پیچھا کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ دمشق کا رخ کیا، شمول جعفر سے طبریہ میں ملاقات کرنے کے لیئے دمشق سے روانہ ہوچکا تھا۔ اس لیئے شہر میں ایک عجیب انتشار برپا تھا لوگ خوفزدہ تھے اور انہوں نے ہتھیار سنبھال رکھے تھے۔ دمشق کے باشندے جن میں پیادے بھی تھے اور سوار بھی دشمن کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیئے شہر سے باہر نکل آئے یہ جمعے کا دن تھا۔ دن بھر لڑائی ہوتی رہی اور جب جعفر بھی دمشق پہنچ گیا (۱۰ ذی الحجہ ۳۵۸ھ) تو لڑائی اور بھی تیز ہوگئی۔ اہل مغرب نے شامی لشکر پر حملہ کیا اور ان کی صفوں کو توڑ ڈالا۔ اس لڑائی میں شامیوں کے بہت زیادہ آدمی ہلاک ہوئے اس کے بعد فاطمی لشکر شہر میں داخل ہوا اور محرم ۳۵۹ھ میں اس پر قابض ہوگیا۔ بازاروں اور مکانوں میں آگ لگا دی گئی۔ جب دمشق والوں نے اپنے لشکر کا انجام دیکھ لیا اور انہیں اچھی طرح اندازہ ہوگیا کہ فاطمیوں سے ان کا کوئی مقابلہ نہیں تو ان میں سے بعض نمایاں اور نامور لوگ جعفر سے ملنے آئے اور اس سے اصلاح حال کی درخواست کی اسی اثنا میں انہیں بعض مغربیوں نے پکڑ لیا

اوران کے کپڑے اتار لیے اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو زخمی کر دیا اس واقعہ سے دمشق کے لوگ بھڑک اٹھے اور اطاعت سے منحرف ہو کر بغاوت کا پرچم بلند کر دیا۔ مگر جعفر کی قدرت و طاقت کے سامنے یہ فتنہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ اب دمشق والوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ ہتھیار ڈال کر اطاعت قبول کر لیں۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ جعفر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے امان طلب کی۔ اس نے ان لوگوں سے فراخدلی کے ساتھ بات چیت کی۔ طے یہ ہوا کہ جعفر اور اس کے آدمی جمعہ کی نماز مسجد دمشق میں پڑھیں گے۔

جمعے کے دن جعفر اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہوا، اور جامع مسجد میں نماز پڑھی۔ عباسی خلیفہ کا نام خطبے سے نکال دیا گیا اس کی بجائے فاطمی خلیفہ کا نام پڑھا گیا۔ یہ محرم ۳۵۹ھ کا واقعہ ہے۔[۳]

جعفر کے آدمیوں نے شہر میں اپنی موجودگی سے فائدہ اٹھا کر لوٹ مار شروع کر دی دمشق کے لوگ اس حرکت سے سخت برہم ہوئے اور انہوں نے بغاوت کر دی اور جعفر کے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ شہر کے بزرگوں نے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ پایا کہ جعفر سے مل کر اس ناخوشگوار واقعے کی مذمت کریں

اور اس سے از سرِ نو امان طلب کریں۔ جعفر نے ان سے کہا کہ:

"امیر المومنین کے آدمی مسجد میں نماز پڑھنے آئے اور تم نے انہیں قتل کر ڈالا ہے"

پھر اس نے ان کو سختی اور سرکوبی کرنے کی دھمکی دی ان لوگوں نے جعفر کے غصے کو ٹھنڈا کیا اور اس سے بڑے عجز و انکسار کے ساتھ بات چیت کی۔ آخر جعفر نے وعدہ کیا کہ اگر مقتولین کا خون بہا ادا کر دیا جائے تو قصور معاف کر دیا جائے گا۔ ان لوگوں نے خون بہا ادا کرنے کے لئے روپیہ اکٹھا کیا۔ جب سے شہر کا حال ابتر ہو گیا۔ کیونکہ لوگ تنگی اور بدحالی میں مبتلا ہو گئے تھے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جعفر نے اپنے لشکر میں نظم و ضبط قائم کرنے اور اپنے آدمیوں کو منہ زوری سے روکنے میں بے توجہی برتی یہاں تک کہ وہ لوگ مرکزِ قیادت (ہیڈ کوارٹر) کی پرواہ کئے بغیر صلح اور خیر سگالی کے وفود کا راستہ روک لیتے تھے۔ انہیں قتل کر ڈالتے تھے کپڑے اتار لیتے تھے۔ اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیتے تھے۔ یہ ایسے واقعات تھے۔ جنہوں نے دمشق کے شہریوں کو برہم اور برانگیختہ کر دیا اور اس طرح شہر کے فتح ہونے میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں۔

اس بات سے جوہر کی حکمت اس کی نظر کی رسائی اور اس کے طرزِ سیاست کی خوبی نمایاں ہوتی ہے۔ چنانچہ جب وہ اسکندریہ میں داخل ہوا تو اس نے اپنے لشکروں کو ہدایت کردی کہ لوٹ مار نہ کی جائے۔ یہاں تک کہ ملک نے اس کی اطاعت قبول کرلی اور اپنے امور کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دیدی۔ حالانکہ جوہر کے لشکر والے بھی جنہوں نے مصر فتح کیا اہلِ مغرب ہی تھے۔ ان ہی اہلِ مغرب کو جوہر نے جعفر کی سرکردگی میں شام اور فلسطین فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ جعفر نے جو رائے قائم کی تھی وہ یہ تھی کہ جب تک فتنہ و فساد کے باغیوں کو نیست و نابود نہیں کردیا جائے گا اس وقت تک نہ تو دمشق کی گڑبڑ اور بدنظمی ختم ہوگی اور نہ وہ دمشق میں فاطمی اقتدار کو مضبوط و مستحکم کرنے میں کامیاب ہوگا۔ چنانچہ اس نے اپنے مغربی سپاہیوں کو ان لوگوں کی تلاش میں روانہ کیا جنہوں نے ان کو پکڑ لیا اور جعفر کے حکم سے ان کی گردنیں اڑادیں گئیں جسموں کو سولی دیدی گئی اور سروں کو دروازوں پر لٹکادیا گیا۔ ان قتل ہونے والوں میں اسحاق ابن عصود بھی تھا ابوالقاسم ابنِ ابی لیلی اور محمد ابن عصود کے سوا سب کا یہی حشر ہوا۔ یہ دونوں بھی فتنہ و فساد کے بانیوں میں سے تھے ابوالقاسم ابن ابی لیلی بغداد جانے کے لئے شام سے فرار ہوگیا۔ لیکن اُسے

نذر میں پکڑ لیا گیا۔ اور جعفر کے پاس بھیج دیا گیا جہاں اسے ٹوپ پہنا کر، داڑھی میں پر لگا کر اور ہاتھ میں ڈنڈا تھما کر اونٹ پہ بٹھا دیا گیا، اور اس طرح اس کی تشہیر کی گئی۔[۳] پھر اسے مصر بھیج دیا گیا۔ ابوالمحاسن[۶] بیان کرتا ہے:

جب شریف ابوالقاسم بغداد کی طرف فرار ہوا۔ تو جعفر ابن فلاح نے کہا کہ جو اسے میرے پاس لے کر آئے گا اسے ایک ہزار درہم انعام میں دیئے جائیں گے۔ ابن غلیان علدری نے اسے پکڑ لیا اور پکڑ کر ابن فلاح کے پاس لایا پس اس کی تشہیر کرائی گئی۔ رات میں جعفر ابن فلاح نے اسے طلب کیا اور اسے پوچھا کہ تجھے اس حرکت پر کس چیز نے ابھارا تھا؟ ابوالقاسم نے کہا، "مجھ سے کسی نے کچھ نہیں کہا جو کچھ بھی ہوا وہ تقدیر میں لکھا تھا۔"

جعفر اس کے اس جواب سے پگھل گیا اور اس نے کہا کہ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے معاملے میں قائد جوہر کو لکھوں گا:"

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ جعفر ابن فلاح علویوں سے محبت کرتا تھا۔ چنانچہ وہ شریف ابوالقاسم سے بڑی اچھی طرح

پیش آیا اور اس کا اکرام کیا۔

محمد ابن عصودا کے ساتھ جو کچھ پیش آیا وہ یہ ہے کہ وہ اور ظالم ابن موہوب عقیلی جو اخشیدیوں کی طرف سے حوران کا والی تھا، احساء میں قرامطہ سے جا ملے۔

اس طرح شام اور فلسطین کی فتح تکمیل کو پہنچی اور وہاں کے لوگ فاطمی خلافت کے فرمانبرداروں میں شامل ہو گئے۔ اور فاطمیوں کی یہ خواہش کہ وہ مصر کو فتح کریں اور پھر اس کو مشرق تک پہنچنے کے لئے پل کے طور پہ استعمال کریں پوری ہو گئی۔ مگر یہ کہ اگرچہ یہ ملک جعفر ابن فلاح کے ہاتھوں فتح تو ہو گیا لیکن جعفر ابن فلاح کا طرز سیاست اسکی سختی سخت گیری اور اپنی فوج کو کھلی چھٹی دیدینا کہ وہ امن و امان کو غارت کر ڈالے اور شہریوں کی جانوں کی کوئی پرواہ نہ کرے یہ ایسی باتیں تھیں جن کا بہت برا اثر پڑا وہاں کے باشندوں کے دل اس کی طرف سے پھر گئے۔ اور ان کے رہنماؤں نے جعفر اور اس کی مغربی فوج کی مخالفت کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ وہ موقع ملتے ہی فاطمی خلافت کے خلاف بغاوت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ جعفر کی اس بے ڈھنگی سیاست کا یہ نتیجہ نکلا کہ اہل شام قرامطہ اور افتکین سے مدد مانگنے لگے۔ جس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

۲۔ شام میں فاطمی اقتدار کی دھمکیاں

الف۔ قرامطہ

دمشق فاطمی تسلط سے پہلے قرامطہ کے قائد حسن ابن احمد کو تین لاکھ دینار سالانہ خراج دیتا تھا۔ جب دمشق پر فاطمیوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو انہوں نے یہ سلسلہ منقطع کر دیا۔ قرامطہ نے فیصلہ کیا کہ وہ ان سے خراج لے کر رہیں گے۔ چنانچہ حسن قرمطی کو مصر کے شیعہ فاطمیوں کے خلاف بغداد کے سُنّی عباسی خلیفہ سے دوستی کی پیش کش کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوا۔ مگر کیا کیجئے کہ خود عباسی خلیفہ نے اس پیشکش کو قبول نہیں کیا۔ اب حسن قرمطی نے بنو بویہ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا جو عراق کے عملاً حکمران تھے۔ (ویسے نام عباسیوں کا تھا) مگر انہوں نے بھی اس کو اپنا حلیف بنانے سے انکار کر دیا۔ صرف رحبہ کے حمدانی امیر اور عرب کے بعض قبیلوں نے حسن کو اپنا حلیف بنانا قبول کیا۔

اب حسن قرمطی جس کا لقب اعصم تھا رملہ کی طرف چلا جہاں جعفر کے لشکر سے اس کی ٹکر ہوئی جعفر اس مہم کو بہت حقیر اور معمولی سمجھ رہا تھا۔ مگر ہوا یہ کہ اس کی فوج نے اس کا ساتھ نہیں

دیا اور منتشر ہو گئی جس کے نتیجے میں جعفر کی ہار ہوئی اور اسے اسیر کر لیا گیا اور پھر وہ اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ قتل کر ڈالا گیا (۶ ذوالحجہ ۳۶۰ھ)

جعفر کی لاش جو دمشق کے باہر پڑی تھی محمد ابن عصودا کے ہاتھ آئی اس نے سر قلم کر کے لاش کو اپنے مکان کی دیوار پر سولی دیدی اور اس طرح اپنے بھائی اسحاق ابن عصودا کا انتقام لے لیا جسے جعفر نے قتل کر کے سولی دلوادی تھی۔ [له]

اس طرح فاطمیوں کے اس قائد کا خاتمہ ہوا۔ جس نے شام میں فاطمی اقتدار قائم اور اخشیدی اقتدار ختم کیا تھا۔ جس نے بغاوت کے بانیوں کی سرکوبی کی تھی۔

مقریزی نے جعفر کے اس انجام کا ذمہ دار اس کی خود پسندی حماقت اور غلط طریقِ کار کو قرار دیا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو جوہر سے اونچا سمجھا، اس سے خط و کتابت کرنا گوارا نہ کیا اور اس کی بجائے امام معزالدین اللہؑ سے براہِ راست خط و کتابت کی اور اپنے خطوں میں شام و فلسطین کی فتح سے متعلق اپنے کارنامے بیان کئے۔ جب اس کے خط بلادِ مغرب میں امام معزؑ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو کھولا تک نہیں اور اسی طرح واپس کر دیئے اور اس کے ساتھ ہی اس کے غلط رویئے پر تنبیہ بھی کی اور حکم دیا کہ وہ جوہر کو اپنا سردار اور

رئیس سمجھتے ہوئے اس سے خط وکتابت کرے۔ حالانکہ جعفر کو امام معزالدین اللہ کی نظر میں خاص مرتبہ حاصل تھا۔ مگر امام معزؑ جوہر کے انتہائی خلوص اور جاں نثاری و سرخروئی کے باعث اس سے جو وابستگی رکھتے تھے وہ اس مرتبے کے مقابل کہیں زیادہ تھی۔ جب جوہر کو جعفر کے اس رویئے کا علم ہوا تو وہ بہت برہم ہوا۔ اس کی اس برہمی اور غصے کو ان مشکلات میں کافی دخل حاصل تھا جو جعفر کو فتوحات کے سلسلے میں برداشت کرنی پڑیں۔ اس نے جوہر سے خط وکتابت نہیں کی۔ پھر اس خطرے کے پیش نظر اس سے امداد طلب کی کہ کہیں وہ اس کی مدد سے ہاتھ نہ کھینچ لے۔ یہ حالات بدستور تھے کہ حسن قرمطی نمودار ہو کر جعفر پہ ٹوٹ پڑا اور اسے مار گرایا۔ جعفر کی موت کے بعد دمشق میں اس کے محل کے دروازے پر یہ دو شعر لکھے ہوئے دیکھے گئے:

یا منزلاً عبث الزمان بأهله

فأبادهم بتفرق لا یجمع

این الذین عهدهم بك مرة

کان الزمان بهم یضر و ینفع

ترجمہ: اے وہ گھر جس کے رہنے والوں کی زمانے نے تحقیر کی اور انہیں اس پراگندگی کے ساتھ ہلاک کیا کہ

وہ اب کبھی یکجا نہیں ہو سکیں گے؟ وہ لوگ کہاں گئے جن سے تیری فضا میں کبھی میری ملاقات ہوئی تھی اور وہ ایسے لوگ تھے کہ زمانہ گویا انہیں کے ذریعے نفع و نقصان پہنچاتا تھا۔"

اس طرح حسن قرمطی دمشق پر قابض ہو گیا۔ اس نے دمشق میں جشنِ فتح منایا اور مسجد اموی کے منبر پر امام معزالدین اللہ پہ تبرا کیا[۱۲] اس موقع پر ڈاکٹر ادلیری یہ لکھتے ہیں:

"قرامطہ اس عقیدے کے قائل تھے کہ فاطمی امام امامت کا الٰہی حق رکھتا ہے۔ اس عقیدے کے باوجود یہ لعنت اور تبرّا بہت عجیب معلوم ہوتا ہے۔ غالباً یہ تبرّا بانہوں یا تو اہل دمشق ہی نے کی جو شیعہ دشمن اور غالی سُنّی تھے یا پھر خود ان قرامطہ ہی تک بات جاکر ٹھہرے گی جو خاندانِ علیؑ سے نسبی تعلق رکھنے کے شرف کی اب کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور نہ جن کی نظر میں دینی اعتبارات کو کوئی اہمیت حاصل رہی تھی۔"

ب افتکین

ابومنصور افتکین ترکی، الشرابی، معز الدولہ احمد ابنِ بویہ کا غلام تھا۔ وہ ترقی کے مدارج طے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بغداد میں اسے ایک عظیم حیثیت حاصل ہوگئی وہ عز الدولہ بختیار ابنِ معز الدولہ ابنِ بویہ پر غالب آگیا۔ جب ترکوں کا لشکر دیلم سے جنگ کرنے کے لیئے بغداد سے روانہ ہوا تو افتکین کو بہادری اور قوتِ اقدام میں بڑی شہرت حاصل ہوئی مگر ہوا یہ کہ اس کے ساتھیوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور صرف ایک مختصر سی جماعت ہی اس کے ساتھ رہ گئی۔ پس وہ چار سو آدمیوں کے ساتھ رحبہ کی طرف چلا۔ عرب اس سے خوفزدہ ہوگئے ظالم ابنِ موہوب عقیلی نے ابو محمود ابراہیم ابن جعفر کے پاس جو امام معز الدین اللہؑ کی طرف سے دمشق کا حاکم تھا ایک آدمی کے ذریعے اطلاع بھجوائی کہ افتکین بغداد سے چل پڑا ہے۔ اور عباسی خلیفہ کا خطبہ جاری کرنے کے لئے دمشق کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کے بعد ظالم ابن موہوب بعلبک سے اس کا مقابلہ کرنے کے لیئے نکلا۔ دمشق کے حاکم ابو محمود ابراہیم نے افتکین سے

جنگ کرنے کے لئے حوشیہ کی طرف ایک لشکر روانہ کیا، دوسری طرف ابو المعالی ابنِ حمدان نے ایک زبردست لشکر کے ساتھ افتکین کی مدد کی۔ جب ظالم ابن موہوب عقیلی نے یہ دیکھا کہ افتکین کا اور اس کا کوئی مقابلہ نہیں تو وہ بعلبک لوٹ آیا اور افتکین حمص چلا گیا ابو المعالی اس کے ساتھ بہت تپاک سے پیش آیا اور اس کی آمد کا بڑا احترام اور اکرام کیا۔

اس دوران دمشق میں ایک جماعت نے ابنِ ماورد کی قیادت میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور امام معزالدین اللہ کے والیوں سے جنگ شروع کر دی۔ ان کا خطرہ بڑی شدت اختیار کر گیا۔ جب ان باغیوں کو افتکین کے خروج کرنے کی خبر ملی تو انہوں نے قاصدوں کے ذریعے اس کے پاس پیغام بھیجا جس میں اس کو آنے کی دعوت دی گئی تھی اور اس سے بغاوت کی آگ بھڑکانے کے وعدے کئے گئے تھے، اور کہا گیا تھا کہ ہم تمہارے پہلو بہ پہلو امام معزؑ کے خلاف جنگ کریں گے اور فاطمیوں کو دمشق سے نکال باہر کرنے میں تمہاری مدد کریں گے تاکہ دمشق کی ولایت تمہیں حاصل ہو جائے۔[۱۴] یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ اہل دمشق خاص طور پر اور اہل شام عام طور پر ایک طرف تو مذہبی اختلاف کے باعث اہل مغرب سے کراہت کرتے تھے اور دوسری

طرف اس ملک میں جعفر کا غلط طریق سیاست اس صورتِ حال کا ذمہ دار تھا۔

افتکین باغیوں کا اشارہ پاکر دمشق کی طرف روانہ ہوگیا اور آخر شعبان ۳۶۴ھ میں بثنیۃ العقاب پہنچ گیا۔[۱۵] اسے دمشق میں داخل ہونے کے لیے جنگ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس نے دمشق میں چند روز قیام کیا اور پھر ظالم ابن موہوب عقیلی سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوگیا۔ ظالم بھاگ کھڑا ہوا اور افتکین بعلبک میں داخل ہوگیا۔ رومی اس سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے بعلبک میں افتکین کے داخلے کو اپنے لیے بہترین موقع سمجھا اور شہر میں ہر طرف پھیل گئے اور لوٹ مار شروع کردی اور آتش زنی، غارت گری اور خونریزی کا بازار گرم کرکے ایک آفت مچادی۔ (رمضان ۳۶۴ھ) میں پھر وہ دمشق کی طرف چلے افتکین ان سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا۔ اہلِ شہر رومیوں کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ وہ مال قبول کرلیں اور واپس چلے جائیں۔ پھر افتکین ان سے ملا۔ اور انہیں بتایا کہ میں ابن ماورد اور اس کے ساتھیوں کے اثر و نفوذ کے باعث مال اکٹھا کرنے پر قادر نہیں ہوں چنانچہ قیصر روم نے ابن ماورد کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا۔ افتکین نے خراج جمع کرنے میں بڑی زیادتی سے کام

لیا اور اس طرح تیس ۳۰ ہزار دینار جمع کئے جنہیں لے کر قیصر روم طرابلس چلا گیا اور اس کے چلے جانے کے بعد دمشق میں افتگین کا اقتدار مستحکم ہوگیا اور اس نے خلیفہ طائع عباسی کے نام کا خطبہ جاری کیا [۱۹]

اسی زمانے میں قرامطہ فاطمیوں کے خلاف دوسری مرتبہ تاریخ کے اسٹیج پر نمودار ہوئے۔ ان فاطمیوں کے خلاف جن کے مذہب کی پیروی اور جن کی دعوت کو نشر کرنے کے راگ الاپا کرتے تھے۔ افتکین نے احسا سے فاطمیوں کے خلاف ان کا تعاون چاہا۔ چنانچہ وہ ۳۶۵ ھ میں دمشق آئے۔ ان کے ساتھ افتکین کے بہت سے حامی اور مددگار بھی تھے جن کو امام معز الدین اللہ[ع] نے شکست دیکر پراگندہ کر دیا تھا۔ اس صورت حال کے باعث ان کو قوت حاصل ہوگئی اور وہ فاطمیوں کو اس ملک سے نکالنے پہ متحد ہو گئے۔

قرامطہ اور افتکین دمشق سے روانہ ہوکر رملہ میں خیمہ انداز ہوئے اور وہاں سے یافا پہ چڑھائی کی۔ پھر افتکین نے بحرِ ابیض متوسط کے ساحلوں پہ اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔ یہاں تک کہ صیدا پہنچ گیا۔ صیدا میں ظالم ابنِ موہوب عقیلی اور ابن الشیخ جو امام معز الدین اللہ[ع] کی طرف سے صیدا کا والی

تھا۔ موجود تھے ابن الشیخ نے حملہ آوروں سے سخت جنگ کی۔ دونوں طرف سے تقریباً چار ہزار آدمی مارے گئے۔ مگر آخرکار ابن الشیخ کو شکست ہوئی۔ ظالم ابن موہوب صور کی طرف چلا گیا۔ افتکین نے امام معزالدین اللہؑ کی فوجوں سے سخت انتقام لیا اور مقتولوں کے ہاتھ کاٹ کر دمشق بھیج دیئے جہاں ان کی نمائش کی گئی۔ پھر افتکین عکاؔ کی طرف بڑھا۔ وہاں امام معزؑ کی محافظ فوج مقیم تھی۔

اس طرح شام میں قرامطہ اور افتکین کا خطرہ زبردست اہمیت اور نزاکت اختیار کر گیا اور فاطمیوں کے لئے ان کا مقابلہ کافی دشوار ہو گیا۔ ان دونوں کا خطرہ اسی طرح باقی رہا۔ یہاں تک کہ خلیفہ عزیزؑ فاطمی کے عہد میں جوہر کے ہاتھوں ان کا فیصلہ ہو گیا۔ جس کی تفصیل پانچویں باب میں بیان کی جائے گی۔

فصل ۲

جوہر کا قرامطہ کی تاخت و تاراج کو روکنا

مصر فتح کرنے کے بعد جوہر نے قرامطہ کے خطرے کو شدت سے محسوس کیا۔ کیونکہ وہ عباسی ولایتوں اور دوسری ریاستوں کو ان کی تباہ کاریوں کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس

طرح حاجیوں کے قافلوں کا راستہ روکنا اور ان کو لوٹنا۔ قرامطہ کی یہ تمام زیادتیاں اس کے علم میں تھیں مقریزی نے بیان کیا ہے کہ[۱۷] :

"جس چیز نے جوہر کو قاہرہ کی بنیاد ڈالنے پر آمادہ کیا وہ مصر پر قرامطہ کی تاخت و تاراج کا خوف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ فتنہ کسی وقت بھی سر اٹھا سکتا ہے۔ اس لئے اس نے قاہرہ کی شہر پناہ تعمیر کرائی اور اس کے درمیان ان بنیادوں کی داغ بیل پڑی جن پر قاہرہ معزیہ تعمیر ہوا۔ اس حصار کی غرض یہ تھی کہ اسے قرامطہ کے حملوں کے مقابل مضبوط پناہ گاہ کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔"

جوہر کا یہ خیال بالکل ٹھیک ثابت ہوا۔ چنانچہ قرامطہ نے شام میں فاطمیوں سے گتھم گتھا ہونے جعفر ابن فلاح سے دمشق چھین لینے اور اس کو قید اور قتل کرنے کے بعد مصر کو مشرق کی جانب سے دھمکانا شروع کیا۔

قرامطہ کے سرغنہ حسن ابن احمد نے رملہ کی طرف کوچ کیا[۱۸] اس وقت سعادہ ابن حیان رملہ کا والی تھا جسے جوہر نے

شوال ۳۶۰ھ میں مقرر کیا تھا وہ فرار ہو کر یافہ چلا گیا۔ اس کے فرار ہونے کے بعد بہت سے اخشیدی حسن قرمطی سے آملے۔ پھر حسن مصر کی طرف بڑھا اور یکم ربیع الاول ۳۶۱ھ میں وہاں پہنچ گیا اور شہر قلزم (سویز) میں داخل ہو گیا۔ شہر کے والی عبدالعزیز یوسف کو قید کر لیا[19] اور اس کے پاس جتنے اونٹ گھوڑے تھے انہیں چھین لیا اس کے بعد وہ فرما پہ لوٹ پڑا اور محرم ۳۶۱ھ میں ایسے وقت جبکہ فرما کے باشندے یکسر بے خبر تھے وہ فرما میں داخل ہو گیا۔ اور اس طرح خاکنائے سویز پہ اس کا اقتدار قائم ہو گیا۔ شہر تینس نے بھی اس کے اقتدار کو مان لیا اور حاکم شہر کے خلاف بغاوت کر دی۔ جامع عمرو ابن عاص میں ایسے پمفلٹ تقسیم کئے گئے جن میں لوگوں کو جوہر کے خلاف بغاوت کرنے پہ اکسایا گیا تھا۔ اس کے بعد حسن ملک کے اندر گھستا چلا گیا اور اپنے لشکر کے ساتھ عین شمس (ہیلوپولیس) میں خیمہ انداز ہوا۔ اب اس نے قاہرہ کو دھمکانا شروع کیا۔[20]

جوہر نے جب یہ سنا کہ حسن قرمطی خاکنائے سویز تک پہنچ گیا ہے تو اس نے حسن سے جنگ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے ایک خندق کھدوائی[21] اس کے اوپر لوہے کے دروازے بنوائے جو میدان اخشید پہ کھلتے تھے۔ خلیج پہ ایک پل

تعمیر کرایا اور اپنے مغربی اور مصری سپاہیوں میں ہتھیار تقسیم کر دیئے۔ اس کے بعد اس نے کچھ آدمیوں کو قرامطہ کی لشکر گاہ میں روانہ کیا۔ جنہوں نے وہاں جاکر یہ ظاہر کیا کہ ہم فاطمیوں سے ناراض ہیں اور ان سے خلاصی چاہتے ہیں۔ یہ لوگ قرمطیوں کے درمیان فتنوں کے بیج بوتے رہے۔ ان کی کوششوں کے زیر اثر قرمطی لشکر میں اختلاف اور انتشار پیدا ہوگیا اور وہ مختلف گروہوں میں بٹ گیا۔

ربیع الاول کے ابتدائی دنوں میں فاطمیوں اور قرمطیوں کے درمیان باب قاہرہ کے قریب جنگ کا آغاز ہوا۔ اس جنگ میں دونوں طرف سے بہت سے آدمی قتل اور قید ہوئے۔ صورت یہ تھی کہ کبھی ایک غالب آجاتا تھا اور کبھی دوسرا یہاں تک کہ قرامطہ کے سرغنہ حسن قرمطی نے خندق پر بزور قبضہ کرنے کی کوشش کی اس وقت قاہرہ کا دروازہ بند تھا۔ سورج غروب ہونے کے بعد جوہر نے دروازہ کھول دینے کا حکم دیا۔ اب زبردست کشت و خون شروع ہوگئی اور ایک ایسی جنگ کی آگ بھڑکی جس کے نتیجے میں قرامطہ شکست کھا کر قلزم کی طرف لوٹ گئے[۲۲]۔

اس جنگ میں جوہر نے بے مثال بہادری اور زبردست مہارت کا مظاہرہ کیا۔ اور قرامطہ پر ایسے منہ توڑ حملے کئے کہ

انہیں الٹ دیا اور شکست کھا کر لوٹ جانے پہ مجبور کر دیا۔ حالانکہ قریب تھا کہ ملک قرامطہ کے قبضے میں چلا جائے اور طرح طرح کی آفتوں اور مصیبتوں کا نشانہ بنے۔ قرامطہ سے جوہر کی نفرت اور دشمنی کا اس سے بڑا اور کوئی ثبوت نہیں ہے کہ جب وہ (قرامطہ) قلزم کی طرف چلے گئے تو اس نے اعلان کیا کہ جو شخص کسی قرمطی کو زندہ گرفتار کر کے لائے گا، یا اس کا سر لے کر آئے گا اسے تین ہزار دینار نقد پچاس خلعت اور پچاس گھوڑوں کی زمینیں انعام میں ملیں گی۔[۲۳] قرامطہ میدان جنگ میں جو سامان چھوڑ کر بھاگے تھے اس پر مصریوں نے قبضہ کر لیا۔

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ جوہر اپنی اس فتح اور کامیابی کے سلسلے میں ان مصری لشکریوں کا احسان مند تھا جنہوں نے قرامطہ کا شاندار مقابلہ کیا اور جوہر کے پوری طرح مطیع اور فرمانبردار رہے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے ملک کو جنگ کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور ان کا مال و اسباب بربادی کی زد میں ہے۔ اور ان کی جانیں ہلاکت کا نشانہ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جنگ میں اپنی جانیں لڑا دیں۔ اور قرامطہ کو پسپا کر دیا۔ پھر انہوں نے اس اخشیدی لشکر سے بدلہ لیا جو دشمن سے مل گیا تھا۔ اور بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا، اور ان کے علاوہ کافی لوگ قید کر لئے گئے۔

اس سلسلے میں ابن قلانسی بیان کرتا ہے[24]

"جوہر نے اخشیدیوں کو دعوت دی پس وہ لوگ جمع ہوئے۔ جوہر نے ان کے لئے کھانے کا اہتمام کیا اور ان سے مہربانی اور صاف دلی کے ساتھ پیش آنے کا عہد کیا مگر پھر انہیں زنجیروں میں جکڑوا کر قید میں ڈال دیا۔ یہ دو ہزار تین سو جنگ باز تھے۔"[25]

دراصل یہی لشکر ملک میں فتنہ و فساد کی جڑ تھا۔ جوہر نے دیکھا کہ اگر ان کو آزاد چھوڑ دیا گیا تو حالات کسی طرح درست نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے صلح و صفائی کے اس عہد کو توڑ دیا۔ جس کے پورا کرنے کا ان لوگوں سے وعدہ کیا تھا اور اسے اپنے اوپر لازم قرار دیا تھا۔ اس نے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھا کہ ان کے ضرر سے بچنے کے لئے انہیں عوام سے دور کر دے۔ جوہر کی یہ حکمت عملی بعض اعتبارات سے محمد علی کی اس حکمت عملی سے مشابہت رکھتی ہے جو اس نے ممالیک کے سلسلے میں اختیار کی۔ ممالیک جو مصر میں فتنہ و فساد کا سرچشمہ تھے اور ایک ایسے سرکش اور باغی دشمن کا کردار ادا کر رہے تھے جس کے سلسلے میں نہ تو کوئی حیلہ کام آتا ہے اور نہ نرمی ہی

بھیجا[27] جو اس طرح شروع ہوا تھا:

خدا کے برگزیدہ بندے اور اس کے ولی
سرورِ انبیاء کے نواسے اور افضل و
اوصیاء علیؑ کے فرزند امیر المومنین معد
ابو تمیم معز الدین اللہ کی طرف سے حسن
ابن احمد کے نام:

امام معز الدین اللہؑ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے اس خط کی ابتدا کی تھی اور حسن کو اگلوں کی سنت یاد دلائی تھی یعنی ابتداء میں خطا معاف کر دینا اور آخر میں سزا سے ڈرانا علاوہ ازیں امام معزؑ نے اس کو یہ بات یاد دلائی تھی کہ اس کے دادا ابو سعید اور ابو طاہر دونوں اپنے اقتدار کے ساتھ فاطمیوں کے مطیع تھے اور ان کے مذہب کی پیروی کرتے تھے پھر حسن کے طریق سیاست کی برائی کی تھی اور مندرجہ ذیل عبارت کے ذریعہ حسن سے اپنی برہمی اور ناخوشی کا اظہار کیا تھا۔

"لیکن اے غدار خیانت پیشہ عہد شکن، اپنے
باپ دادا کے راستے کو چھوڑ دینے والے،
اپنے بزرگوں اور ہم چشموں کے دین سے جدا
ہو جانے والے فتنے کی آگ بھڑکانے والے،

فائدہ دیتی ہے۔ اس لئے جوہر نے ان لوگوں کے لئے قلعے کو مقفل بنا دیا اور اس طرح ان کا فیصلہ کر دیا۔

جب امام معزؑ نے بلاد مغرب میں یہ سنا کہ قرامطہ نے مصر پر حملہ کر دیا ہے تو انہوں نے ابو محمد حسین ابن عمارہ کی سرکردگی میں قیروان سے ایک لشکر روانہ کیا۔ جوہر کی جنگی قوت اور بڑھ گئی اور اس نے شہر تینس کو مطیع کرنے اور اس کے باشندوں سے جو قرامطہ کے حامی اور طرفدار تھے بدلہ لینے کا عزم کیا۔ چنانچہ وہ تینس کی طرف بڑھا۔ اور شہر کے باشندوں کو اپنے سامنے جھکنے پہ مجبور کر دیا۔ اس کے بعد قرامطہ کا بحری بیڑا اپنے سات جنگی جہازوں کو اس جنگ کی بھینٹ چڑھا کر نیل سے واپس چلا گیا۔ قرامطہ کے پانچ سو آدمی اسیر ہوئے۔ حسن قرمطی دمشق کی طرف لوٹ گیا۔ تاکہ از سرِ نو مقابلے کی تیاری کرے۔[۲۶]

جب امام معزؑ ۳۶۲ھ میں مصر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی حکومت ابھی تک قرامطہ کے خطرے کی زد میں ہے قرامطہ مستقل طور پہ مصر کو دھمکاتے رہتے تھے۔ اور اس کو فاطمیوں سے چھین لینے کے لئے اس پہ پے در پے حملے کر رہے تھے۔ آخر امام معزؑ نے حسن ابن احمد قرمطی کو ایک خط

جماعت اور سنت سے خروج اختیار کرنے والے!
میں تیرے معاملے سے بے خبر نہیں تھا، مجھ سے
تیری خبریں پوشیدہ نہیں رہیں، میں تیری
حرکتوں کو جانتا تھا۔ تو میری نظر میں ہے۔"
خط کے آخر میں امام معز نے اس کے سامنے تین شرطیں
پیش کی تھیں تاکہ وہ ان میں سے کوئی ایک اپنے لئے چن لے۔
۱۔ اس نے دمشق میں جعفر اور اس کے ساتھیوں سے جنگ
کر کے اور رملہ میں سعادہ ابن حیان اور اس کے آدمیوں
سے لڑنے کے بعد جو مال و اسباب لوٹا ہے اسے واپس
کر دے۔
۲۔ یا پھر یہ کہ مقتولوں کو زندہ واپس کرے۔ ظاہر ہے کہ
یہ اس کے بس میں نہیں تھا۔
۳۔ (تیسری صورت یہ پیش کی گئی تھی کہ) وہ خود اور
اس کے ساتھی امام معز کی خدمت میں حاضر ہوں تاکہ
امام، قصاص یا فدیئے کی صورت میں کوئی فیصلہ صادر
فرمائیں۔
حسن نے فاطمی خلیفہ کے طویل خط کا جواب ان الفاظ
میں دیا کہ:

"مجھے تمہارا مکتوب ملا جو الفاظ سے بھرا ہوا ہے
اور معنی سے خالی ہے، اور تمہیں میرا جواب
جلد ہی مل جائے گا۔"

ظاہر ہے کہ حسن از سرِ نو مصر پہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور جوہر کے ہاتھوں اسے جو شکست کھانی پڑی تھی، اس کے باوجود اس نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا تھا۔ بلکہ امام معزؑ نے اپنے خط میں اپنی قوت و طاقت پہ جو اظہارِ فخر اور دشمن کے لشکر کی جو تحقیر کی تھی۔ اس سے بھی وہ خوفزدہ نہیں ہوا تھا۔ اس بات کی صداقت حسن کے ان دو شعروں سے ظاہر ہو جاتی ہے جو اس نے شکست کھانے کے بعد کہے تھے:

زعمت رجال العرب انی ھبتھا
فدمی اذاً ما بینھم مطلول

یا مصر ان لم اسق ارضک من دم
یروی ثراک فلا سقانی النیل

ترجمہ: عربوں کا خیال یہ ہے کہ میں ان سے ڈر گیا ہوں اور میرا خون ان کے درمیان مباح ہے
اے مصر اگر میں نے تیری زمین کو خون سے سیراب نہ کیا اور تیری مٹی کی پیاس نہ بجھائی تو نیل

مجھے اپنا پانی نہ پلائے۔"

دوسری بار قرامطہ ربیع الثانی ۳۶۳ھ میں عین شمس میں ظاہر ہوئے اور اخشیدیوں کے ان حامیوں اور طرف داروں نے ان کی مدد کی جو مصر کے تمام گوشوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ امام معزؑ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو چار ہزار تیغ زنوں کا سردار بنا کر سمندر کی طرف روانہ کیا جس نے قرامطہ کو متعدد معرکوں میں شکست دی۔ مگر یہ کہ ان متواتر شکستوں نے قرامطہ کی کمر نہیں توڑی وہ اس خندق کے سامنے جمع ہو گئے جسے جوہر نے کھدوایا تھا۔ اور اسے پار کرنے کی تدبیریں اور تیاریاں کرنے لگے۔ ۲۸

فاطمی خلیفہ نے اپنے جاسوسوں کے ذریعے قبیلۂ بنو طی کو آمادۂ فساد کر دیا۔ اور اس قبیلے کے سردار حسان ابن جراح طائی کو رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ قبیلہ جس قرمطی کے لشکر کا ایک طاقتور ترین حصہ تھا۔ اس طرح فاطمی سیاست اس زبردست اور عظیم قوت کو قرامطہ سے جدا کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ امام معز الدین اللہؑ نے اس کام کے لئے ایک لاکھ دینار مخصوص کر دیئے تھے۔ اور چونکہ بیت المال میں اتنا روپیہ نہیں تھا جس سے یہ ضرورت پوری ہو سکتی اس لئے امام معزؑ نے

سیسے کے سکے ڈھالنے کا حکم دیا۔ ان پر سونے کی باریک پتری چڑھا دی گئی اور تھیلیوں میں بھر دیا گیا اوپر سے خالص سونے کے کچھ سکے رکھ دیئے گئے۔ جب دونوں فریقوں کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکنی شروع ہوئی تو بنو طی نے جنگ سے منہ موڑ لیا اور ابن جراح شکست یاب ہو کر الٹے پاؤں لوٹ گیا۔ حسن قرمطی کی باقی فوج بھی بکھر گئی۔ اس کی لشکر گاہ کو لوٹ لیا گیا۔ اس کے تقریباً ڈیڑھ ہزار آدمی اس معرکے میں کام آئے۔ یہ رمضان ۳۶۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت سے قرامطہ کی قوت کمزور پڑنی شروع ہو گئی۔ کیونکہ ان میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ اور پھر وہ کبھی واپس نہ آنے کے لئے مصر سے لوٹ گئے۔[۲۹]

فصل ۲

مصر میں فاطمی دعوت

۱ ۔ فتح سے پہلے

قیروان یا مہدیہ فاطمی حکومت کا دارالخلافہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ ان اسلامی ولایتوں سے بہت دور تھے جن پر فاطمی غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مثلاً

شام اور فلسطین اور چونکہ مصر مسلمان قوموں کو آپس میں ملانے کی کڑی تھا۔ نیز اس کی شادابی سرسبزی اور دولت کو خاص شہرت حاصل تھی۔ لہٰذا خلیفہ مہدی فاطمیؑ نے اس پر حملہ کرنے کی ٹھان لی۔ اور طے کیا کہ بلاد مغرب میں اپنے اقتدار کو استوار کرنے کے بعد مصر کو فاطمی حکومت کا دارالخلافہ بنائیں گے۔ مصر کو فتح کرنے کی خواہش فاطمیوں میں شروع ہی سے پائی جاتی تھی اور اس خواہش میں ایک فاطمی خلیفہ دوسرے خلیفہ کا وارث بنتا چلا آرہا تھا۔ مصر کے فتح ہو جانے کی صورت میں فاطمی عقائد اسلام کے تین بڑے دارالسلطنتوں یعنی مدینہ، فسطاط اور دمشق میں پھیل سکتے تھے، کیونکہ اس وقت حجاز اور شام دونوں حکومتیں مصر کے تحت تھے۔

خلیفہ مہدی فاطمی کے لشکر تین بار مصر سے جنگ آزما ہوئے۔ پہلی بار ۳۰۱ھ میں، دوسری بار ۳۰۷ھ میں جس کا سلسلہ ۳۰۹ھ تک جاری رہا اور تیسری جنگ ۳۲۱ھ سے شروع ہو کر خلیفہ قائمؑ ابن مہدیؑ کے عہد یعنی ۳۲۴ھ تک جاری رہی۔

یہ مقابلے اور معرکے اگرچہ جنگی نقطۂ نظر سے ناکام رہے مگر انہوں نے مصر میں فاطمی مذہب کی نشر و اشاعت کے لئے

راستہ ہموار کر دیا۔ اب مصر میں ایک بہت بڑی تعداد ایسی تھی جو فاطمی دعوت کے حق میں مہربان تھی۔ ان لوگوں نے فاطمیوں سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ ان سے مصر پہ حملہ کرنے کی درخواست کی اور مصر کی فتح کے سلسلے میں انہیں اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ امام معز الدین اللہ علم کی وہ تقریر اس حقیقت کا ثبوت ہے جو انہوں نے جوہر کے مصر روانہ ہونے سے پہلے قبیلہ کتامہ کے رئیسوں اور سرداروں کے سامنے کی تھی۔

اس تقریر میں کہا گیا تھا کہ:

"میں ان خطوں میں مشغول ہوں جو مجھے مشرق و مغرب سے موصول ہو رہے ہیں اور میں ان کا جواب اپنے قلم سے لکھتا ہوں"[30]۔

علاوہ ازیں ابو المحاسن[31] کا بیان بھی مذکورہ بالا صورت حال کی گواہی دیتا ہے اور وہ بیان یہ ہے کہ:

"مصر کے شیعوں نے امام معز ع کے نام خط روانہ کئے جن میں لکھا گیا تھا کہ:

اس حجر اسود[32] کے ہٹتے ہی مولانا معز ع ساری دنیا کے مالک ہو جائیں گے"[33]۔

امام معز الدین اللہ ؑ اور مصریوں کی اس باہمی خط و کتابت نے جوہر کے لیئے مصر کی فتح کو کافی آسان بنا دیا۔

فاطمی دعوت مصر میں پھیل گئی اور اس نے اپنے بہت سے حامی پیدا کر لیئے۔ یہاں تک کہ مصر کے والی ذکا الرومی (۳۰۳ھ - ۳۰۷ھ) کو خوف پیدا ہوا کہ فاطمی دعوت و تبلیغ خطرناک صورت اختیار کر جائے گی۔ چنانچہ اس نے فاطمی داعیوں کے ساتھ سختی کرنی شروع کر دی۔ بہت سوں کو قیدخانے میں ڈال دیا اور شدید سزائیں دیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ خاندان علیؑ کی دعوت کو مصر میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ مصر میں ایسے کافی لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے شیعہ مذہب قبول کر لیا تھا۔ اور اس کی تبلیغ کرتے تھے۔ شیعہ مذہب کی اس تبلیغ و اشاعت میں دراصل ان داعیوں اور مبلّغوں کا ہاتھ تھا جنہیں فاطمیوں نے اپنے ان لشکروں کے ساتھ بھیجا تھا جو مصر فتح کرنے گئے تھے۔ یہ داعی اپنے فوجیوں سے لوگوں کے ساتھ میل جول پیدا کرنے اور انہیں فاطمی عقائد کی تعلیم دینے کا وعدہ لیتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنی دعوت کو قوت پہنچانے کے لیئے فاطمی خلفا اپنے ہاتھ سے خط لکھتے اور انہیں اپنے دستخطوں سے آراستہ کر کے مصر

والوں کے نام روانہ کرتے۔ ان خطوں میں لوگوں کو فاطمی مذہب
قبول کرنے کی دعوت دیجاتی تھی۔ فاطمی خلیفہ قائم (۳۲۲ھ
۳۳۴ھ/۹۳۴ء) نے اپنے ہاتھ سے ایک خط محمد اخشید
والی مصر کے نام روانہ کیا۔ جس میں اسے اس بات کی دعوت
دی گئی تھی کہ وہ خطبے سے عباسی خلیفہ کے نام کو خارج کرکے
اس کی جگہ فاطمی خلیفہ کا نام پڑھوائے[۳۴] لیکن محمد اخشید
نے اس خط کا کوئی اثر نہیں لیا۔ اور فاطمی خلیفہ کے ایلچی کی
طرف کوئی توجہ نہیں دی اور نہ اس خط کا کوئی جواب دیا۔
لیکن جب عباسی خلیفہ نے محمد ابن رائق خزری کو شام کی طرف
بھیجا تاکہ وہ اخشیدی کو مصر سے نکال کر خود مصر کے اختیارات
سنبھال لے تو اخشیدی عباسی خلیفہ کے خلاف بھڑک اٹھا اور
اتحاد اور دوستی کا رشتہ مستقل دشمنی میں تبدیل ہوگیا۔
پس اخشیدی نے حکم دیا کہ خطبے سے عباسی خلیفے کا نام نکال
دیا جائے۔ اور اس کی جگہ فاطمی خلیفہ کا نام لیا جائے۔
مصر میں عباسیوں کے خطیب عمر ابن حسن سے ابن سعید
نے یہ روایت[۳۵] نقل کی ہے کہ اخشید نے خطبے سے عباسی خلیفہ
کا نام نکال دیا۔ اور اس کی بجائے فاطمی خلیفہ کا نام شامل
کرنے کا حکم دے دیا۔ وہ کہتا ہے کہ اس کا سبب یہی تھا کہ

عباسی خلیفہ نے مصر کی ولایت و حکومت کا عہدہ سنبھالنے کے لئے ابن رائق کو بھیج دیا تھا۔ اخشید نے اس بات کا بہت اثر لیا اور اس نے خطیب کو حکم دیا کہ وہ خلیفہ قائمؑ فاطمی کی دعوت دے۔

یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو بہر حال یہ فاطمیوں کے اقتدار کا اعتراف کرنے کے سلسلے میں ایک عظیم قدم تھا۔ فاطمی جن کے ماننے والوں کی تعداد مصر میں بہت کافی ہو گئی تھی۔ لیکن عباسی خطیب عمر ابن حسن نے یہ بیان نہیں کیا کہ آیا خطبے میں فاطمی خلیفہ کا نام لیا بھی جانے لگا تھا یا نہیں۔ موٴرخوں نے ہمیں یہ نہیں بتایا کہ عباسی خلیفہ کا نام خطبے سے عملاً نکال دیا گیا تھا۔ اگر عباسی خلیفہ کا نام خطبے سے خارج کر دیا گیا ہوتا تو موٴرخ اس واقعے کی اہمیت کے باعث اس کے بیان کرنے میں کنجوسی سے کام نہ لیتے۔ بات یہ ہے کہ خطبے میں خلیفہ کے نام کا ذکر اور سکے پر اس کے نام کا نقش اسلامی ولایتوں میں خلافت کا بہت اہم نشان اور مظہر سمجھا جاتا تھا۔ بہر حال اس وقت عباسی خلافت کا ضعف اور زوال اخشید اور عباسی خلیفہ کے درمیان مستقل عداوت فاطمیوں اور اخشیدیوں کے درمیان

دوستانہ رشتے کا قیام اور مصر میں ایک شیعہ گروہ کا ظہور یہ چیزیں فاطمی مذہب کی نشر و اشاعت کا سبب بن رہی تھیں۔ یہ تمام باتیں ہمیں اس قول کے ماننے پر مائل کرتی ہیں کہ اخشید نے عباسی خلیفہ مطیع کا نام خطبے سے نکال دیا ہوگا۔ چاہے کچھ ہی دن کے لئے سہی۔

اب مصر اور بلاد مغرب کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم تھے یہاں تک کہ اخشید نے فاطمی خلیفہ (امام) قائمؑ سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے لڑکے منصور کے لئے اس کی لڑکی کو قبول کرے۔ (امام) قائمؑ نے اخشید کی اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ پس اخشید نے خلیفہ کو ایک لاکھ دینار مہر بھیجا۔ مگر خلیفہ نے اس رقم کو حقیر سمجھا اس لئے فاطمیوں اور اخشیدیوں کے تعلقات خراب ہو گئے۔

یہ ابن سعید کی روایت ہے اور ہمیں اس روایت کی سچائی پر سخت شبہ اور شک ہے۔ یہ بات کسی طرح ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ اخشید جو عباسی خلیفہ کا والی تھا وہ اس فاطمی خلیفہ کے ولی عہد سے اپنی لڑکی کی شادی بھلا کس طرح کر سکتا تھا۔ جس سے عباسی نفرت کرتے اور بغض رکھتے تھے۔ یا پھر شاید عباسی خلیفہ نے اس شادی کی خبر

سن کر ہی ابن رائق کو بھیجا ہو۔ تاکہ وہ مصر کی باگ ڈور اخشید کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ میں لے لے۔ پس اخشید نے اس راستے کو چھوڑ دیا۔ اس کے کچھ ہی دن بعد اخشید اور فاطمی خلیفہ کا انتقال ہوگیا۔ اور ولی عہدِ خلافت منصور ابویزید کے فتنے کو ختم کرنے میں مصروف ہوگیا۔ اس طرح شادی کا منصوبہ پورا نہ ہوسکا۔ اور مصر اور بلادِ مغرب کے درمیان دوستانہ تعلقات منقطع ہوگئے۔

خلیفہ قائمؑ کے باقی عہد خلافت (۳۲۲-۳۳۴ھ) اور خلیفہ منصورؑ کے پورے عہدِ خلافت (۳۳۴ - ۳۴۱ھ) کے دوران فاطمیوں نے مصر پہ کوئی حملہ نہیں کیا اس لئے کہ خارجیوں کے بھڑکائے ہوئے فتنوں اور خاص طور پہ ابویزید کی بغاوت نے فاطمی خلیفہ قائمؑ اور خلیفہ منصورؑ کی کوشش کو ناکام اور ملک کی تمام دولت کو ختم کردیا تھا۔ یہ حالات بدستور تھے کہ جب تک فاطمی خلیفہ معزؑ کا دور شروع ہوا۔ خلیفہ معزؑ نے مصر سے جنگ شروع کرنے کا ارادہ کیا اور خلیفہ کی فوجیں کافور کے عہد میں مصر کی طرف روانہ ہوئیں۔ اور مصر کی مغربی حدود تک پہنچ گئیں۔ جہاں مصری فوجوں نے انہیں بڑھنے سے روک دیا۔ مگر اس کے باوجود

کافور نے ان فاطمی داعیوں کو اپنے محل میں خوش آمدید کہا جنہیں خلیفہ معزؑ نے بھیجا تھا تاکہ وہ کافور اور اس کے درباریوں اور اس کے ارکانِ حکومت کے سامنے فاطمی دعوت پیش کریں۔ اور فاطمی خلیفہ کی اطاعت اختیار کرنے کے لئے کہیں۔ انہوں نے بہت سے اخشیدی اور کافوری افراد اور عہدیداروں سے خلیفہ معزؑ کی بیعت لی [۳۶]۔

کافور سیّدوں کا کتنا لحاظ کرتا تھا اس کا ثبوت یہ روایت ہے جو ابنِ سعید نے بیان کی ہے [۳۷] وہ بیان کرتا ہے کہ:

ایک دن کافور جلوس کے درمیان گھوڑے پر سوار تھا کہ اس کا کوڑا زمین پہ گر گیا۔ ایک سیّد نے وہ کوڑا زمین سے اٹھا کر اسے دیدیا [۳۸]

کافور نے اس کا ہاتھ چوم لیا اور کہا کہ:

"مجھے میرے نفس نے میری موت کی خبر دی کیونکہ اب جبکہ رسول اللہؐ کے فرزند نے میرا کوڑا اٹھا کر مجھے دیا ہے تو بھلا اب وہ کونسی سعادت ہے جو مجھے حاصل نہ ہو گئی ہو۔ اور جس کی تمنا کی جائے"

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن کسی عورت نے بڑھ کر کافور کا راستہ روک لیا اور چلا کر کہا کہ :

"میرے اوپر رحم کرو خدا تم پر رحمت نازل کرے گا"

کافور کے کسی آدمی نے اسے دھکا دے کر ہٹا دیا۔ وہ بے چاری گر پڑی۔ کافور اپنے آدمی پر بہت غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ عورت نے جب یہ دیکھا تو اس نے اس آدمی کا قصور معاف کرنے کی درخواست کی۔ کافور نے اپنے کسی آدمی سے کہا کہ وہ اس خاتون کا نام و نسب معلوم کرے۔ معلوم ہوا کہ خاتون خاندانِ علیؑ سے تعلق رکھتی ہے۔ کافور نے جب یہ سنا تو اسے اس واقعے پر سخت افسوس ہوا۔ جو اس خاتون کے ساتھ پیش آیا تھا۔ پھر اس نے اس خاتون اور دوسری علوی خواتین پر انعام و اکرام کی بارش کر دی۔[۳۹]

حوالہ جات

باب ۳ ص ۵۵ سے ص ۹۲ تک سلسلہ وار :

[۱] : ابوالمحاسن النجوم الزاہرۃ جلد ۲ ص ۳۰۹

۲ه : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۸۱

۳ه : ابوالمحاسن النجوم الزاہرہ

۴ه : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۸۳

۵ه : " " " " "

۶ه : ابوالمحاسن : النجوم الزہرۃ جلد ۲ ص ۴۱۰

۷ه : رحبہ دریائے فرات کے ساحل پر واقع ہے ۔

۸ه : ابوالفدا : المختصر فی اخبار البشر جلد ۲ ص ۳۲۵، ۳۵۰، ۵۰۹

۹ه : دمشق کے قریب نہر یزید پہ واقع ہے ۔

۱۰ه : ابن خلکان وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۴۱

۱۱ه : الخطط : جلد ۱ ص ۳۷۸ ۔

۱۲ه The Fatimid Khalifate Pg.108 : by DELACY O'LEARY.

۱۳ه : The Fatimid Khalifate Pg.108 by DELACY O'LEARY.

۱۴ه : مقریزی : الخطط جلد ۲ ص ۹

۱۵ه : ابن قلانسی : ذیل تاریخ دمشق ص ۱۶ ۔

۱۶ه : مقریزی : الخطط جلد ۲ ص ۹

۱۷ه : " : " جلد ۱ ص ۳۵۷

۱۸ : ابوالمحاسن : النجوم الزاہرۃ جلد ۴ ص ۳۳۴

۱۹ : متنبی نے عبدالعزیز کی شان میں بہت سے اشعار لکھے ہیں جو اس کے دیوان میں موجود ہیں۔ یہ متنبی ہی تھا جس نے عبدالعزیز کے لئے مصر سے بھاگ جانے کا راستہ آسان کیا اور اسے اپنے پاس مہمان رکھا۔

۲۰ : Precis d'Histoire Musulmane de L'Egypte Pg.32 by Gaston Wiet.

۲۱ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۹۳

۲۲ : ابوالفدا : المختصر فی اخبار البشر جلد ۲ ص ۱۱۷، ۱۱۸
مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۸۶

۲۳ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۸۶

۲۴ : ذیل تاریخ دمشق ص ۲

۲۵ : جب ۳۶۲ھ میں امام معز الدین اللہ؏ مصر آئے تو انھوں نے ان قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ (مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۹۱ -

۲۶ : The Fatimid Khalifate Pg.109.

۲۷ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۱۳۳، ۱۴۳

۲۸ : ابن قلانسی : ذیل تاریخ دمشق ص ۲

۲۹ : A History of Egypt in the Middle Ages Pg.13

۳۰ : The Fatimid Khalifat Pg.110

۳۱ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۶۰ ، ۶۶

۳۲ : ابوالمحاسن : النجوم الزاہرۃ جلد ۲ ص ۳۴۳

۳۳ : یعنی کافور جو اس وقت مصر کا والی تھا۔ (کافور انتہائی سیاہ فام تھا اس لئے اُسے حجرِ اسود یعنی کالا پتھر کہا گیا ہے۔ مترجم)

۳۴ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۶۶

۳۵ : ابنِ سعید : المغرب فی حلی المغرب ص ۲۵ ، ۲۶

۳۶ : 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۳۷ : مقریزی : الخطط جلد ۲ ص ۲۷

۳۸ : المغرب فی حلی المغرب ص ۴۷

۳۹ : سیوطی نے اپنی کتاب حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ میں ذکر کیا ہے کہ جنہوں نے کوڑا اٹھا کر دیا تھا وہ ابو جعفر علوی تھے۔ (جلد ۲ ص ۱۱)

۴۰ : ابنِ سعید : المغرب فی حلی المغرب ص ۴۸

ب ۔ فتح کے بعد

جب ۳۵۸ھ/۹۶۹ء میں فاطمیوں کو مصر پر پوری طرح فتح حاصل ہوگئی تو جوہر صقلی نے خلیفہ معزالدین اللہ ؑ فاطمی کی دعوت خاص طور پہ اور ان کے خاندان کی دعوت عام طور پہ لوگوں کے سامنے پیش کی۔ مگر اسے اپنی اس کوشش میں پوری کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ مصریوں کی اکثریت سُنّی مذہب کی پیرو تھی اور شیعہ بہت کم تعداد میں تھے۔

جب قائد جوہر قاہرہ کی بنیاد رکھ چکا تو اس نے عباسی خطبے کو بند کرنے اور فاطمی خطبے کو جاری کرنے کا حکم دیا۔ اس نے عباسی سکوں پر عباسی خلیفہ کا نام نقش کرنے کی ممانعت کردی اور سیاہ لباس جو عباسیوں کا امتیازی لباس اور شعار تھا ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اس نے سفید لباس پہننے کا حکم جاری کیا۔ اور جمعہ کی نماز میں "سبح باسم ربک" کی تسبیح پڑھنی حرام قرار دیدی اور نماز کے بعد تکبیر کہنا جو سنیوں کی مانوس عادتوں میں سے تھا اسکو بھی بند کردیا۔

قائد جوہر کے عہد میں مصر میں فاطمی مذہب کی دعوت مسجدوں میں دی جاتی تھی۔ خاص طور پر جامع عمرو ابنِ عاص جامع طولون اور جامع ازہر میں جس کی بنیاد قائد جوہر نے فتح مصر کے بعد رکھی تھی۔ اس طرح داعی الدعاۃ اور اس کے معاون داعیوں کے ذریعے بھی اس مذہب کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری تھا۔

مصر میں مسجدیں بنانے کا مقصد صرف مذہبی اور دینی اغراض تک ہی محدود نہیں تھا۔ بلکہ ان کی تعمیر کے سیاسی اور سماجی مقاصد بھی تھے۔ اور اس طرح مسجدیں اسلامی تہذیب کا مرکز عالموں اور فقیہوں کا مقام۔ اجتماع اور عام خبروں کی نشر گاہ ہوتی تھیں۔ اور چونکہ فاطمینِ مصر کی سیاست کا اہم ترین مقصد لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا اور اپنے مذہب کے دائرے میں داخل کرنا تھا۔ اس لئے انہوں نے مصریوں کے دلوں میں اپنے مذہب کی تعلیمات کا نقش بٹھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور اس کو اپنی سیاسی اغراض پوری کرنے کا ذریعہ بنانے میں ذرا سا بھی کمی نہیں کی۔

فاطمیوں کی فتح کے وقت مصر میں صرف دو مسجدیں تھیں ایک جامع عمرو ابنِ عاص جو شہر فسطاط میں تھی۔

فسطاط جو تجارتی سرگرمیوں کا مرکز اور مقامی باشندوں کا وطن تھا۔ اور دوسری مسجد جامع ابنِ طولون۔ جو قطائع میں تھی۔ جلد ہی جوہر نے فاطمیوں کے نئے دارالخلافہ قاہرہ میں جامع ازہر کی بنیاد رکھی۔ لہذا مناسب ہے کہ ہم ان تینوں مسجدوں میں فاطمی دعوت کی نشر واشاعت کے بارے میں کچھ بیان کریں۔ تاکہ معلوم ہو کہ فاطمیوں کو اس راہ میں کس حد تک کامیابی نصیب ہوئی۔ ۱۹ شعبان ۳۵۸ھ/ ۹۶۹ء میں جامع عمرو بن عاص میں امام معزالدین اللہ[۱] کا خطبہ پڑھا گیا۔ یہ فسطاط پر جوہر کے فتح حاصل کرنے سے کچھ ہی دن بعد کی بات ہے۔[۲] جمعے کے خطبے میں عباسی خلیفہ کے نام کی بجائے امام معزؑ کا نام آنا مصر کی تاریخ کا اہم ترین واقعہ تھا[۳]۔ خطیب نے اپنے خطبے میں خاندانِ اہلِ بیت کے اُن ائمہ صالحین کے فضائل بیان کئے جن کا حق سنیوں نے چھین لیا تھا[۴]۔ آخر شیعوں اور سنیوں میں مذہبی جھگڑے شروع ہو گئے اور ان میں پہلے سے بھی زیادہ شدت پیدا ہو گئی۔ ایک جماعت نے دوسری جماعت پر لعنت کرنا اور بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ۱۸ ذولقعدہ ۳۵۸ کو جمعے کے دن خطیب نے اہلِ بیت

درود وسلام بھیجا اور خطبے میں اس عبارت کا اضافہ کیا:
اللھم صلی علیٰ محمد مصطفیٰ وعلیٰ علی المرتضیٰ
وعلی فاطمۃ البتول وعلی الحسن والحسین
سبطی الرسول الذین اذھبت عنھم
الرجس وطھرتھم تطھیراً اللھم
صلی علیٰ الائمۃ الراشدین آباء امیر
المؤمنین الھادین المھدیین ؎
رمضان ۳۵۹ھ میں جوہر نے حکم دیا کہ جامع عمرو
ابن عاص کی دیواریں سبز رنگ سے جو علویوں کا رنگ تھا
منقش کی جائیں۔
قائد جوہر کے دورِ حکومت و ولایت میں مسجد طولون
میں شیعہ مذہب کی دعوت کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ یہ
ربیع الثانی ۳۵۶ھ کا ذکر ہے۔ مصر میں جو اذان دی جاتی
تھی وہ اہل مدینہ کی اذان تھی یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر، جوہر
کے آنے تک یہی اذان رہی۔ ۸ جمادی الاول ۳۵۹ھ کو جمعہ
کے دن جوہر نے مسجد طولون میں نماز پڑھی اور عبد السمیع
ابنِ عمر خطیب عباسی نے خطبہ دیا اور موذنوں نے اذان میں
"حی علیٰ خیر العمل" کہا جو شیعوں کی مانوس اور محبوب عبارت

ہے۔ مسجد ابنِ طولون سے حی علیٰ خیر العمل جامع عسکر میں پہنچا اور وہاں سے جامع عمرو ابنِ عاص میں[6]۔ مقریزی بیان کرتا ہے کہ:

"اس دن مسجد ابنِ طولون میں کافی لوگوں نے نماز میں شرکت کی اور عبد السمیع خطیب عباسی نے اپنے خطبے میں اہلِ بیت کی تعریف و توصیف کی اور ان کے فضائل گنائے پھر اس نے دعا میں قائد جوہر کا نام لیا۔ مگر قائد جوہر نے خطبے میں اپنا نام شامل کرنے سے اتفاق نہیں کیا۔ اور کہا کہ میرے آقا امام معزؑ نے ایسی کسی چیز کا حکم نہیں دیا ہے"[7]

فاطمیوں نے جامع ازہر کو اپنے مذہب کی تبلیغ اور اپنے شیعوں کے اجتماع کا مرکز بنایا۔ جامع ازہر میں پہلی بار ۷ رمضان ۳۶۱ھ میں نماز ہوئی۔ یہاں جوہر نے اذان اور نماز میں کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔ بس جو کچھ جامع عمرو ابنِ عاص اور جامع ابنِ طولون میں ہو چکا تھا۔ وہی یہاں بھی ہوا۔ یہ حالات بدستور تھے کہ امام معزؑ مصر تشریف لائے۔ اب جامع ازہر میں فاطمی دعوت کو عظیم الشان ترقی حاصل ہوئی

فاطمی خلیفہ نے حکم دیا کہ قدیم مصر کی دیواروں پر حسب ذیل عبارت لکھی جائے:۔

"خیر الناس بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم امیر المومنین علی ابن ابی طالب" ۸؎

ترجمہ: رسول اللّٰہ صلعم کے بعد امیر المومنین علی ابن ابی طالب انسانوں میں سب سے افضل ہیں۔"

محرم ۳۶۳ھ/ ۹۷۳ء میں خلیفہ معز الدین اللّٰہ ؑ نے قاہرہ کی مسجد میں جسے جوہر نے رمضان ۳۵۸ھ میں دروازہ قصر کے باہر تعمیر کیا تھا جمعہ کی نماز پڑھی اور شیعہ مذہب کی دعوت میں نئے امور اور مظاہر کا اضافہ کیا گیا۔ سنی میّت پر صرف چار تکبیریں کہتے تھے۔ امام معزؑ نے حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی پیروی میں مرنے والے کے مرتبے کے مطابق تکبیریں کہنے کا حکم دیا جب خلیفہ معزؑ کے ایک چچا زاد بھائی کی وفات ہوئی تو خلیفہ معزؑ نے جامع ازہر میں اس کی نماز پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں اور ایک دوسری میت پر پانچ تکبیریں کہیں ۹؎۔

جب امام معزؑ مصر آگئے تو جوہر کو مصر کی ولایت سے سبکدوش کر دیا۔ اور خود دعوت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ ان کے بعد فاطمی خلفاء اس دعوت کے والی اور متولی ہوتے رہے۔ فاطمی اپنے مذہب کی دعوت و تبلیغ میں ان داعیوں سے مدد لیتے تھے جن کو انہوں نے اپنے لشکروں میں دعوت و تبلیغ کے لئے شامل کر دیا تھا۔ فتح کے بعد فاطمی مذہب کی دعوت داعی الدعاۃ کے ذریعے دی جاتی تھی۔ داعی الدعاۃ بہت بڑے عہدیداروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس کے لئے امام معزؑ نے اپنے قصر میں ایک جگہ مخصوص کر دی تھی۔ ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ وہ اہم ترین سیاسی مقصد جو مصر میں جوہر کے پیش نظر تھا۔ یہ تھا کہ وہ اپنے آقا امام معزؑ کے نام پر فاطمی دعوت کو پھیلائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سلسلے میں جوہر نے داعیوں اور مبلغوں کی ایک جماعت سے تعاون حاصل کیا۔ اس نے ان داعیوں کا ایک رئیس یا نگرانِ اعلیٰ مقرر کیا۔ جو داعی الدعاۃ کہلاتا تھا۔ اس کا مرکز جامع ازہر تھا۔ فاطمیوں نے دوسری مساجد مثلاً جامع عمرو ابنِ عاص اور جامع ابن طولون میں جہاں سنی

آتے تھے اپنی دعوت کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا۔ اور جب جوہر نے اپنے آقا امام معزالدین اللہ کے لئے قصر تعمیر کیا تو امام معز نے اس کو داعی الدعاۃ کے قیام کے لئے مخصوص کر دیا۔

فاطمی عقائد کی نشر و اشاعت میں بارہ نقیب داعی الدعاۃ کے معاون و مددگار ہوتے تھے۔ داعی الدعاۃ کے نائب بھی ہوتے تھے جو دوسرے مقامات میں اس کی نمائندگی کرتے تھے۔ خلافت فاطمیہ کے فقیہہ اور عالم داعی الدعاۃ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اس سے ہدایت حاصل کرتے پیر اور جمعرات کے دن یہ لوگ داعی الدعاۃ کی خدمت میں شیعہ مذہب سے متعلق اپنی تقریریں پیش کرتے تھے۔ پس داعی انہیں لوگوں تک پہنچنے سے پہلے منظوری حاصل کرنے کے لئے خود امام کے حضور پیش کرتا۔ امام جس تقریر کو منظور فرما لیتے اس پر اپنے دستخط فرما دیتے تھے۔ پھر داعی الدعاۃ یہ تقریریں فقیہوں کو دیدیتا تھا۔

داعی الدعاۃ قصر خلافت میں دو وسیع مقامات پر اپنی مجلسیں منعقد کرتا تھا۔ وہ "دیوان کبیر" میں دعوت کی کرسی پر بیٹھتا اور حاضرین سے خطاب کرتا تھا۔ پہلے

مردوں کے لئے مجلس منعقد ہوئی تھی۔ اس کے بعد عورتوں کے لئے خاص مجلس منعقد کی گئی۔ جسے "مجلس داعی" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ داعی ان دو مقامات پر لوگوں سے خطاب کرتا اور انہیں شیعہ مذہب کی تعلیم دیتا۔ جب داعی الدعاۃ تقریر سے فارغ ہو جاتا تو لوگ اس کا ہاتھ چومنے کے لئے آگے بڑھتے داعی اپنی تقریر کے اس حصے کو ان کے سروں سے مس کرتا جہاں خلیفہ کے دستخط ہوتے تھے۔ داعی الدعاۃ ان ہی مجلسوں میں اسمعیلیوں سے نجوی وصول کرتا تھا۔ بلند مرتبہ اسماعیلیوں میں سے جو شخص تینتیس اور دو تہائی دینار دیتا اسے ایک رقعہ عطا کیا جاتا تھا۔ جس پر خلیفہ کے دستخط ہوتے تھے۔ اور اس میں تحریر ہوتا تھا کہ:

"بارك الله فيك وفي مالك وولدك و دينك"

یعنی خدا تمہارے مال تمہاری اولاد اور تمہارے دین میں برکت دے۔

جس شخص کو یہ رقعہ ملتا وہ فخر کرتا اور اسے زادِ آخرت خیال کر کے اپنے پاس محفوظ رکھتا تھا۔

داعی الدعاۃ قصر میں وعظ دینے کے لئے باقاعدگی سے

بیٹھتا۔ ایک مجلس صرف اولادِ علیؑ سے مخصوص تھی اور ایک مجلس اراکین خلافت سے۔ اس طرح عوام کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو دوسرے ملکوں اور شہروں سے مصر آتے تھے ایک ایک مجلس مخصوص تھی۔ حرم اور محلات کی خواتین کے لئے ایک جداگانہ مجلس ہوتی تھی۔ خواتین جامع ازہر کی مجلسوں میں بھی حاضر ہوتی تھیں۔ [11]

فاطمی عقائد کی تعلیم کے لئے قصرِ خلافت میں ایک عظیم الشان لائبریری تھی۔ فاطمی شیعہ مذہب کی کتابوں کا ذخیرہ جمع کرنے اور بڑھانے میں بڑی توجہ صرف کرتے تھے۔ چنانچہ قصرِ خلافت کی اس لائبریری میں اس قدر کتابیں تھیں کہ وہ دنیائے اسلام کے تمام کتب خانوں کی مجموعی تعداد کتب کا مقابلہ کر سکتی تھیں۔ [12]

حوالہ جات

1. : مقریزی: اتعاظ الحنفا ص ۷۸
2. : ابن خلکان: وفیات الاعیان
3. : الفاطمیون فی مصر ص ۱۲۰ مصنفہ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن۔
4. : ہبتہ اللہ ابن احمد کا وہ خطبہ جو اس نے ۲۰ شعبان ۳۸۵ھ

کو جامع عتیق میں دیا (مقریزی: التعاظ الحنفا ص ۷۵، ۷۶)

۵ھ: مقریزی: التعاظ الحنفا ص ۷۷ - ابو المحاسن: النجوم الزاہرۃ جلد ۲ ص ۴۰۸ - ابن خلکان: وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۱۰ -

۶ھ: مقریزی: الخطط جلد ۲ ص ۲۷

۷ھ: ابن خلکان: وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۲۰ -

۸ھ: مقریزی: التعاظ الحنفا ص ۹۰

۹ھ: مقریزی: الخطط جلد ۲ ص ۳۵۳

۱۰ھ: یعنی صدقہ جو تین اور تہائی درہم کے بقدر ہوتا تھا۔

۱۱ھ: مقریزی: الخطط جلد ۱ ص ۹۳۱

۱۲ھ: ابن خلدون: جلد ۲ ص ۱۴۶

فصل ۴

قائد جوہر کے دورِ ولایت میں مصر کا دفتری نظام

قائد جوہر کی پالیسی یہ تھی کہ اہم سرکاری عہدوں پر مصر کے سُنیوں کی جگہ مغرب کے شیعوں کو مقرر کیا جائے۔ اس کی یہ رائے بالکل فطری تھی کہ حکومت کے زیادہ تر منصب اور عہدے اس کے حامیوں کے قبضے میں ہوں جن کے کاندھوں پر فاطمی خلافت قائم ہوئی تھی۔ عباسی خلافت میں ایسا ہی ہوا تھا کہ حکومت کے اہم عہدے خراسانیوں کے پاس تھے کیونکہ انہوں نے عباسی حکومت کے قیام میں مدد کی تھی۔

مصر کے انتظام حکومت میں جوہر کو خلیفہ معز لدین اللہ کے جانشین اور نائب کی حیثیت حاصل تھی۔ اس کے طریقِ سیاست اور طرزِ حکومت میں حکمت اور دور اندیشی پائی جاتی تھی۔ اس نے مغربیوں کے لیے دروازے کھول دیئے "تاکہ وہ مصر کے دفتری نظام کو اس روش پر چلا سکیں جس پر وہ اخشیدی عہدِ حکومت میں تھا۔ مقریزی نے اس طرزِ سیاست کی اس طرح تشریح کی ہے کہ:

"جوہر نے کوئی ایسا کام نہیں چھوڑا جس میں
کسی نہ کسی مغربی کو اس شخص کا شریک کار
نہ بنا دیا ہو۔ جو اس کام کو (پہلے سے) کر رہا
تھا۔"[13]

جوہر نے یہی مناسب خیال کیا کہ وہ اپنی پالیسی کو بتدریج نافذ کرے۔ تاکہ سنی افسر بھڑک نہ اٹھیں اور اس طرح حکومت کے کاروبار میں ابتری نہ پیدا ہو جائے۔ جوہر کو اپنی اس حکمتِ عملی میں پوری طرح کامیابی حاصل ہوئی اور ۳۷۹ھ تک جبکہ مصر کو فتح ہوئے بیس سال ہی گذرے تھے حکومت کے تمام شعبے شیعوں کے ہاتھ میں آ گئے۔ اور سنی صرف ایسے چند شعبوں سے متعلق رہ گئے جن کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں تھی۔ جوہر نے تمام افسروں کے نام یہ ہدایات جاری کر دیں کہ وہ شیعہ مذہب کے مطابق کام کریں۔ شیعہ مذہب جو حکومت کا مذہب تھا۔ فاطمیوں کو جس شخص کے بارے میں بھی یہ معلوم ہوتا کہ وہ ان احکام پر عمل کرنے میں بے توجہی سے کام لے رہا ہے۔ وہ اسے عہدے سے برطرف کر دیتے تھے۔ اس طرح سنی افسروں اور اہل کاروں میں شیعہ مذہب پھیل گیا۔ اب چاہے سخت گیری کے خوف سے ایسا ہوا ہو یا بڑے بڑے سرکاری عہدوں کے

لالچ ہیں۔ یہودی اور عیسائی بھی ان سنیوں کے قدم بہ قدم چلے۔

۳۶۳ھ کے آغاز تک مصری حکومت کے عہدوں اور منصبوں کے نظام میں زیردست تبدیلی رونما ہوگئی۔ عربوں کے مصر فتح کر لینے کے بعد پولیس ہیڈ کوارٹر فسطاط میں رہا۔ جب شہر عسکر آباد ہو گیا تو وہاں ایک اور پولیس چھاؤنی بنائی گئی جسے "دارالشرطۃ العلیا" کہا جاتا تھا شہر فسطاط کی پولیس چھاؤنی کا نام "دارالشرطۃ السفلیٰ" تھا مگر جب مصر پر فاطمیوں کی حکومت قائم ہوگئی تو انہوں نے دارالشرطۃ العلیا کو شہر عسکر سے قاہرہ میں منتقل کردیا۔[۳] ابن دقماق[۴] کا بیان ہے کہ جس دن جوہر مصر میں وارد ہوا، اسی دن پولیس کے افسر اعلیٰ کا انتقال ہوا تھا۔ چنانچہ یہ عہدہ جبر سے متعلق ہوگیا۔ دارالشرطۃ السفلیٰ، فسطاط ہی میں رہا۔ اور عروبہ ابن ابراہیم اور شبل المعرضی اس کے افسر قرار پائے۔[۵] خلیفہ معز[۶] نے بنو عبد السمیع کو خطابت کے منصب سے الگ کر دیا یہ لوگ ۴۰ سال تک اس عہدے پر فائز رہے۔ مسجد عمرو ابن عاص خطیب جعفر ابن الحسن ابن الحسین کو مقرر کیا گیا۔ اور اس کے بھائی کو جامع ازہر کا خطیب بنایا گیا یہ ۳۷۹ھ کے حالات ہیں۔ بیت المال کا نگران محمد ابن الحسین ابن مہذب کو بنایا گیا۔ یہ سب بلادِ مغرب کے شیعہ تھے۔ وہ اہم انتظامی

امور جو شیعوں کے سپرد کئے گئے جبایۃ الخراج، وزارت، قضا اور حسبہ تھے۔

۱ خراج

مصر میں قحط

مصر میں قحط اور بھوک کی وبا پھیلی ہوئی تھی جوہر نے مصر فتح کرتے ہی جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ اس وبا کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اس نے غلّے کا ذخیرہ کرنے کے لئے ایک خزانۂ عام بنایا اور اس کی نگرانی محتسب کے سپرد کی گئی۔ محتسب کا فرض یہ تھا کہ وہ ذخیرہ اندوزی کی روک تھام کرے۔ جب جوہر نے مصر فتح کیا اس وقت جبایۃ الخراج کا افسرِ اعلیٰ ابن یحییٰ ابن عرمرم تھا۔ جوہر نے اسے اس کے عہدہ پہ برقرار رکھا۔ اور ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گذرا تھا کہ رجاء ابنِ صولاب کو بھی اس کے ساتھ لگا دیا۔ گمان غالب یہ ہے کہ رجاء ابن صولاب مغرب کا باشندہ تھا۔ اس کو علی ابنِ یحییٰ کا شریکِ کار بنانا اس پالیسی کے مطابق تھا جو قائد جوہر نے بنائی تھی۔ یعنی بڑے عہدوں پہ سُنّیوں کی بجائے بلادِ مغرب کے شیعوں کو مقرر کرنا۔ البتہ محکمہ خراج کے ملازمین یعقوب

ابنِ کلّس اور عسلوج ابنِ حسن کے تحت رہے۔ ابنِ عرم م اور ابنِ صولاب کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا گیا اور "جبایۃ الخراج" کو دو شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا ایک شعبہ علی ابنِ محمد ابنِ طبا طبا اور عبد اللہ ابنِ عطاء اللہ کی نگرانی میں دیا گیا اور دوسرا حسن ابنِ عبد اللہ اور حسین ابنِ احمد روزباری کی نگرانی میں۔

مقریزی [۵۶] کا بیان ہے کہ:

"جوہر نے اپنی حکومت کے پہلے سال ..... ۳۴ دینار ٹیکس کی رقم وصول کی۔ یہ مقدار کافور کے آخری عہدِ حکومت میں بہت کم ہو گئی تھی۔ کیونکہ دریائے نیل کے اتار کی وجہ سے مصر میں قحط پڑ گیا تھا۔ اور وبائیں پھیل گئی تھیں۔ اور ۹ سال یعنی ۳۵۱ھ سے ۳۶۰ھ تک یہی حال رہا تھا۔ قحط اور بھوک کی یہ وباء اکتوبر ۳۶۰ھ (۹۶۹ء) میں یعنی موسم سرما کے آغاز میں ختم ہوئی۔ اور اس طرح مصر میں زندگی کی سرگرمیاں دوبارہ شروع ہوئیں۔

امام معزؑ نے یعقوب ابنِ کلّس اور عسلوج ابنِ حسن کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ پرانے نظام کو ختم کر کے ٹیکس کا ایک نیا نظام بنائیں۔ چنانچہ ٹیکس کی مختلف قسموں کو ایک جگہ جمع

کیا گیا۔ املاک کی قیمتیں مقرر کرنے اور ان پر عائد ہونے والے ٹیکس کی شرح قائم کرنے کے لئے ایک نیا نظام بنائیں۔ پھر یعقوب ابنِ کلس اور عسلوج ابنِ حسن نے مختلف ٹیکسوں کی وصول یابی کے لئے ایک مکمل نظام بنایا۔ اور حکومت نے ٹیکسوں کی ان رقوم کے وصول کرنے کا خاص اہتمام کیا جو ادا ہونے سے رہ گئی تھیں۔ ٹیکس وصول کرنے کے سلسلے میں حکومت کو لوگوں کی طرف سے جو شکایات موصول ہوتی تھیں حکومت ان کا بڑی توجہ سے جائزہ لیتی تھی۔ اس نئے نظام کو نافذ کرنے میں احتیاط کا راستہ اختیار کیا گیا تھا۔ ٹیکس ادا کرنے والوں کے ساتھ محکمۂ ٹیکس کے افسر اگر کوئی زیادتی کرتے تھے تو حکومت ٹیکس ادا کرنے والوں کی حمایت کرتی تھی۔ حکومت کے اس دانشمندانہ طرزِ عمل کی وجہ سے ملک کی آمدنی میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔

ابنِ میسر کا بیان ہے کہ فسطاط سے ایک دن میں جو رقم وصول ہوتی تھی اس کی تعداد کم و بیش ۵۰,۰۰۰ اور ۱۲۰,۰۰۰ دینار کے درمیان تھی اور تینس دمیاط اور اشمونین سے ۲۲۰,۰۰۰ دینار یومیہ سے زیادہ وصول ہوتا تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ سراسر بعید از حقیقت ہے۔ اس لئے کہ اگر ۱۰۰,۰۰۰ دینار یومیہ اوسط آمدنی فرض کی جائے تو

ایک سال میں ۳۶۰۰۰۰۰۰ دینار ہوں گے۔ اور ٹیکس سے اتنی آمدنی مصر کو کسی عہد میں بھی نہیں ہوئی۔ گمان غالب یہ ہے کہ دینار کی بجائے درہم ہوں گے۔

حوالہ جات

(فصل نمبر ۴ اور ۱۰ اخراج کے حوالہ جات)

۱؎ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۷۸

۲؎ : ابنِ میسر : تاریخ مصر ص ۴۵

۳؎ : ابنِ دقماق : الانتصار لواسطۃ عقد الامصار جلد ۴ ص ۱۱

۴؎ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۹۵

۵؎ : الخطط جلد ۲ ص ۹۹

۶؎ : الخطط جلد ۱ ص ۹۹

۷؎ : ابن میسر : تاریخ مصر

ب ـــــ وزارت

جب قائد جوہر نے مصر پر فتح پائی ہے اس وقت مصر کا وزیر ابو الفضل جعفر ابن فرات تھا جو عباسیوں اور اخشیدیوں کے دور میں مدتوں اس منصب پر فائز رہا جعفر ابن فرات غالباً سُنی تھا۔ جوہر نے اسے اس کے منصب پر تو رکھا مگر اسے وزیر کے لقب سے پکارنے کے لئے منع کیا (کیونکہ) اس نے کہا کہ وہ خلیفہ کا وزیر نہیں ہے۔[1] اور یہ بات اس کی اس سیاسی روش کے عین مطابق تھی۔ جس پر وہ مصر میں عمل پیرا رہا۔ جعفر ابن فرات دراصل محض نام کا وزیر تھا۔ جوہر نے اپنے ایک غلام کو اس کام پر مامور کر دیا تھا۔ کہ وہ رات دن جعفر کے ساتھ رہے اور اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لیتا رہے[2] اس طرح جعفر ابنِ فرات کا اثر بہت کمزور پڑ گیا تھا۔ یاقوت[3] روایت بیان کرتا ہے کہ جعفر ابنِ فرات نے خلیفہ معز لدین اللہ[4] کے مصر آنے کے بعد عہدۂ وزارت پر برقرار رہنے سے معذرت چاہی تھی جب جعفر ابنِ فرات کو معلوم ہوا کہ خلیفہ معز لدین

اللہؑ مصر کے قریب پہنچ چکے ہیں تو وہ اس بات کے لئے تیار نہیں ہوا کہ اسکندریہ جا کر ان کا استقبال کرے۔ سنی عمائدین کی رائے یہ تھی کہ جعفر ابن فرات کے اس عمل سے وہ بڑی نازک صورت حال میں پھنس جائیں گے اور خلیفہ معزؑ کو ان کے ساتھ زیادتی اور سختی کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اس لئے انہوں نے جعفر کو مشورہ دیا کہ وہ اسکندریہ جا کر خلیفہ معزؑ کا استقبال کرے۔ جعفر نے ان لوگوں کا مشورہ قبول کر لیا اور خلیفہ معزؑ کے استقبال کے لئے اسکندریہ روانہ ہو گیا۔

ہمیں اس بات پہ کوئی شک اور شبہ نہیں خلیفہ معزؑ کے کانوں تک یہ بات پہنچ گئی تھی کہ جعفر ابن فرات ان کے استقبال کے لئے اسکندریہ آنے پہ تیار نہیں تھا۔ خلیفہ نے اس بات کو اپنے دل میں رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے جعفر سے پوچھا کہ "کیا شیخ نے حج کیا؟" جعفر نے کہا "جی ہاں" پھر خلیفہ نے پوچھا "کیا تم نے شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی قبروں کی زیارت بھی کی؟"۔ جعفر اپنی ذکاوت و ذہانت سے یہ بات سمجھ گیا کہ اس سوال سے خلیفہ کا مقصد یہ ہے کہ اسے مشکل میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ اس نے فوراً جواب دیا کہ "رسول اللہؐ نے میری توجہ ان دونوں کی طرف سے ہٹا لی

تھی جس طرح امیر المومنین (یعنی خلیفہ معز لدین اللہؑ)
کی وجہ سے میں ولی عہد کو سلام کرنے سے غافل رہا۔ ولی عہد
خلافت! آپ پر سلام و رحمت۔"

خلیفہ معزؒ اس دانشمندانہ جواب سے بہت متاثر
ہوئے۔ اور جعفر کو منصبِ وزارت پیش کیا۔ جعفر نے
اس منصب کو قبول کرنے سے معذرت چاہی۔ اس کے بعد
خلیفہ معزؒ نے خواہش ظاہر کی کہ وہ وزارت سے دست کش
ہونے کے بعد مصر ہی میں قیام کرے تاکہ اس سے بعض اہم
مسائل میں مشورہ لیا جا سکے۔

جعفر ابن فرات کے بعد یعقوب ابنِ کلّس اور عسلوج
ابن حسین منصبِ وزارت پر فائز ہوئے۔ خلیفہ معزؒ نے
تمام جنگی اور تمدنی امور ان دونوں کے سپرد کر دیئے۔ اس
طرح ۱۴ محرم ۳۶۳ھ کو خلیفہ نے خراج، حسبہ، سواحل،
اعشار[4]، جوالی[5]، احباس[6]، مواریث، اور
شرطتین[7] کو بھی ان ہی کے سپرد کر دیا۔ ان اہم انتظامی امور
اور فرائض سونپے جانے کی وجہ سے ان دونوں کا اثر و رسوخ
بہت قوی اور مستحکم ہو گیا۔ اور جوہر کے اقتدار میں کمی آگئی
مزید یہ کہ یعقوب ابنِ کلّس نے اپنا تمام تر اعتماد جعفر ابن فرات

کو سونپ دیا اور عالموں کے محاسبے میں اس پر پوری طرح بھروسہ کیا۔ جعفر ابن فرات اکثر اس کے پاس جاتا اور اس کے ساتھ کھانا کھاتا۔ ان کے درمیان دوستی اور رفاقت کا مضبوط رشتہ قائم ہوگیا۔ خاص طور پر اس وقت جب جعفر ابن فرات کے لڑکے ابوالعباس فضل کی شادی یعقوب ابنِ کلّس کی لڑکی سے ہوگئی۔

عہدِ امام معزؑ میں وزارت سے علیحدہ ہو جانے کے بعد اس مرد بزرگ (جعفر ابن فرات) کی زندگی ختم نہیں ہو جاتی۔ چنانچہ وہ خلیفہ عزیز باللہؑ فاطمی (۳۶۵ھ، ۳۸۴) کے عہد میں پورے ایک سال تک وزیر رہا ہے اور جب خلیفہ عزیز نے اپنے وزیر ابوحسین ابنِ علی ابنِ عمر عداس کو غبن اور خرد برد کی وجہ سے قید خانے میں ڈال دیا۔ تو محکمۂ خراج جعفر ابنِ فرات کے سپرد کر دیا۔ اور ربیع الاول ۳۸۳ھ میں اس کو دوبارہ وزارت کا منصب سونپ دیا گیا۔ وہ اس منصب پر ایک سال تک فائز رہا۔ اور آخر کار عباسیوں، اخشیدیوں اور فاطمیوں کا وزیر رہنے کے بعد ۳۹۱ھ میں اس کا انتقال ہوگیا ۹ ہے۔

حوالہ جات

۱ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۷۰ ابن خلکان : وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۱۹ -

۲ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۸۵ -

۳ : معجم البلدان : ارشاد الادیب الی معرفتہ الاُریب جلد ۲ ص ۴۱۲ -

۴ : یہ وہ ٹیکس تھا جو شروع میں حضرت عمرؓ نے غیر مسلم تاجروں پہ لازم قرار دیا تھا۔

۵ : کسی جنس یا شے میں سے بہترین چیز چن لینا -

۶ : وہ چیزیں جو کسی کارِ خیر کے لئے وقف کر دی جائیں اور انہیں وقف کرنے والے کے ارادے اور خواہش کے مطابق صرف کیا جائے۔

۷ : (یعنی شرطۂ علیا اور شرطۂ سفلی مترجم) ابن خلکان : وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۴۳۰

۸ : مقریزی : الخطط جلد ۲ ص ۸۴

۹ : ابن خلکان : وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۳۹ -

ج ــــــ قضا

جب قائد جوہر اپنے فتح مند لشکروں کے ساتھ مصر میں داخل ہوا۔ اس وقت مصر کا قاضی القضاۃ ابوطاہر تھا وہ مصر کے سنّی قاضیوں میں سے تھا اور اپنے اس منصب پر ربیع الاول ۳۴۸ھ سے فائز تھا۔ جوہر نے سوچا کہ اگر اس نے ابوطاہر کو معزول کر کے اس کی جگہ کوئی شیعہ قاضی مقرر کیا تو مصری بھڑک اٹھیں گے۔ لہٰذا اس نے محض سیاسی مصلحت کے پیشِ نظر اس کو قاضی القضاۃ کے منصب پر برقرار رکھا۔ مگر اس کے اختیار و اقتدار میں بڑی حد تک کمی کر دی۔

امام معز لدین اللہؑ مصر پہنچے تو لوگ ان کے استقبال کے لئے آئے اور ان کے سامنے پہنچ کر سواریوں سے اتر پڑے اور زمین چومی۔ مگر ابوطاہر سواری سے نہیں اترا یہاں تک کہ جب امام معزؑ اس کے قریب پہنچ گئے تب وہ اترا اور انہیں سلام کیا۔ لیکن زمین نہیں چومی۔ اس بات نے امام معزؑ کی توجہ اس کی طرف مبذول کر دی اور انہوں نے اپنے خاجب سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے سب لوگوں کے برعکس

عمل کیا تھا۔ حاجب نے عرض کیا کہ یہ قاضی مصر ابو طاہر ہے جب ابو طاہر کو اس عمل پر ملامت کی گئی تو اس نے یہ آیت پڑھی سے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہِ الَّیْلُ وَالنَّھَارُ وَالشَّمْسُ وَ
الْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَ
اسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ
تَعْبُدُوْنَ ۔ (۴۱/۳۷)

ترجمہ : اور رات اور دن اور سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ خدا ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے اگر تم کو اس کی عبادت منظور ہے۔

امام معزؑ نے جوہر کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے ابو طاہر کو اس کے منصب پر برقرار رکھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ابو طاہر کو اس کی ذہانت و ذکاوت کے باعث اس منصب پر باقی رکھا گیا ہو۔ مقریزی کا بیان ہے کہ جب امام معزؑ مصر آئے تو انہوں نے ابو طاہر سے پوچھا کہ "تم کتنے خلیفہ دیکھ چکے ہو؟" تو اس نے جواب دیا کہ میں نے مولانا معزؑ لدین

اللہ صلوات اللہ علیہ کے سوا کوئی خلیفہ نہیں دیکھا۔" امام معزؑ کو اس کا یہ جواب بہت پسند آیا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ معتضد مکتفی عباسی اور دوسرے عباسی خلفا کو دیکھ چکا ہے۔

آخر ابو طاہر کے اقتدار پہ زوال آگیا اور امام معزؑ نے لازم قرار دیدیا کہ وہ شیعہ مذہب کے مطابق احکام صادر کرے۔ مزید یہ کہ امام معزؑ نے شوال ۳۶۲ھ میں ابو سعید ابنِ ابی ثوبان مغربی کو اس کے ساتھ لگا دیا اور اس سے یہ کام وابستہ کیا گیا کہ جو شکایات مغربیوں سے متعلق ہوں ان کا جائزہ لے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد ابو سعید کے اختیارات اور بھی بڑھ گئے اور مغربیوں اور مصریوں کے مشترک معاملات کی دیکھ بھال بھی اسی سے متعلق ہو گئی۔ اور جب خود مصریوں کے معاملات بھی اس سے متعلق ہو گئے تو اس کا اثر و نفوذ بہت ہی بڑھ گیا۔ اور اسے قاضیٔ مصر و اسکندریہ کہا جانے لگا۔

۳۶۳ھ میں امام معزؑ نے ایک شیعہ قاضی مقرر کیا وہ علی ابنِ حنیفہ نعمان مغربی تھا۔ اور اس نے عہدۂ قضاء میں ابو طاہر کے ساتھ اپنا حصہ بانٹ لیا۔ علی ابنِ نعمان

جامع عمرو بن عاص میں بیٹھ کر فیصلے کرتا تھا۔ اور ابو طاہر جامع ازہر میں۔ یہ صورت حال کچھ دنوں تک باقی رہی۔ یہاں تک کہ ماہ صفر ۳۶۶ھ میں ابو طاہر کے بڑھاپے، اور ضعف کے بعد اسے محکمہ قضا سے سبکدوش کر دیئے جانے کے بعد علی ابن نعمان پورے شہر کا قاضی ہو گیا۔ ابو طاہر پہ یہ ضعف فالج گرنے کی وجہ سے طاری ہوا تھا۔ اور اس کی وجہ سے اس کا آدھا دھڑ بیکار ہو کر رہ گیا تھا۔ جب خلیفہ عزیزؒ نے اس کو اس حالت میں دیکھا تو وہ کہتے تھے کہ:

"اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ
اسے کاٹ ڈالا جائے۔"[۵]

خلیفہ عزیزؒ نے جامع عتیق کے منبر پہ علی ابن نعمان کو قاضی مقرر کرنے کا اعلان کر دیا۔ ۳۹۸ھ تک نعمان کی اولاد اس منصب پہ فائز ہوتی رہی۔ حسین ابن علی ابن نعمان کو صفر ۳۹۳ھ میں مصر اور اس کے متعلقہ حصوں کا قاضی مقرر کیا گیا۔ اور دعوت و تبلیغ کے فرائض پہلی بار قاضی القضاۃ سے متعلق کیئے گئے۔ چنانچہ اس کو "قاضی القضاۃ" اور "داعی الدعاۃ" کہا جانے لگا۔

حوالہ جات

۱ : ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن؛ الفاطمیون فی مصر ص ۱۹۰
منقول از المقفیٰ الکبیر مقریزی ۔

۲ : کندی : کتاب الولاۃ وکتاب القضاۃ ص ۵۸۴

۳ : تاریخ مصر : ص ۴۴ مقریزی : اتعاظ الحنفاء ص ۹۲

۴ : کتاب الولاۃ وکتاب القضاۃ ص ۳۸۷

۵ : ایضاً " " "

حسبہ

فاطمیوں کے ابتدائی عہد تک مصر میں محتسب کے عہدے پر ایک سُنّی شخص فائز رہا۔ مصر فتح ہو جانے کے بعد قائد جوہر نے اسے ہٹا دیا اور اس کی جگہ ایک مغربی آدمی کو مقرر کیا۔ یہ ربیع الثانی ۳۵۹ھ کا واقعہ ہے۔ جوہری (سنار) اس نئے محتسب کے خلاف بھڑک اٹھے۔ کیونکہ

اس (محتسب) نے ان میں سے کچھ لوگوں کو جھڑک دیا تھا باقی نے اس کے احتجاج کیا اور چیخ چیخ کر یہ کہنے لگے کہ "علیؑ ابن ابی طالب کا ماموں معاویہ" مقریزی کا کہنا ہے کہ۱ :

ان جوہریوں نے اس وقت شور مچایا جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ جوہر نے ان کے مکانوں کو جلانے کا ارادہ کیا ہے۔ مگر جوہر نے اس خیال سے یہ ارادہ ترک کر دیا کہ کہیں مسجد کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ جب اس مغربی محتسب کا انتقال ہو گیا تو سلیمان ابن عشزہ کو محکمۂ حسبہ کا افسر بنایا گیا پھر اس دور میں بھی شور و شغب برپا ہوا جب یہ شخص خراج کا افسر تھا۔

فاطمیوں کے عہد میں حسبہ کے نظام میں کافی ترقی ہوئی۔ قاضی اور عوام کی شکایات پر غور کرنے والے حاکم کے درمیان محتسب کے اعمال ایک واسطے کی حیثیت رکھتے تھے۔ محتسب منتخب اور ممتاز مسلمانوں میں سے چنا جاتا تھا۔ کیونکہ یہ عہدہ اہم دینی عہدوں میں شامل تھا۔ محتسب کی یہ بھی ذمہ داری تھی کہ وہ بازاروں پہ نظر رکھے۔

قوائد و ضوابط کی دیکھ بھال کرے، قرضوں کی ادائیگی اور ترازوؤں اور پیمانوں کا جائزہ لے۔ اس کے لئے ایک خاص دفتر تھا جہاں بیٹھ کر وہ ان کی جانچ کرتا تھا[۲]۔ مقررہ وقت پر تمام دکاندار وہاں طلب کئے جاتے جو اپنے اپنے باٹ پیمانے اور ترازو لے کر آتے اور ان کی جانچ پڑتال کی جاتی اگر ان میں کوئی خرابی پائی جاتی تو ان کو ضائع کر دیا جاتا اور ان کی بجائے ان کے مالکوں کو دوسرے باٹ اور پیمانے خریدنے کا حکم دیا جاتا۔ پھر ان کے ساتھ کچھ سختی کی جاتی اور انہیں ہدایت کی جاتی کہ اپنے باٹوں کو ٹھیک کر لیں۔ یہ دفتر فاطمیوں کے پورے دور اور پھر ایوبی عہد میں قائم رہا[۳]۔

محتسب کے نائب بھی ہوتے تھے جو مصر اور دوسرے شہروں میں اس کی نمائندگی کرتے تھے۔ یہ لوگ پیشہ وروں کے پاس آتے جاتے رہتے، راستوں کا معائنہ کرتے، کھانا پکانے کی ہانڈیوں کی جانچ کرتے، گوشت پر مہر لگاتے مذبحوں کو دیکھتے۔ وہ جہازوں کے سرداروں کے نام یہ حکم جاری کرتے تھے کہ وہ ایک مقررہ مقدار سے زیادہ وزن نہ اٹھائیں سقوں کو ہدایت کی جاتی تھی کہ وہ اپنی مشکوں کو کھلا نہ رکھیں

اور مشکوں میں کم پانی نہ بھریں۔ استادوں کو یہ ہدایت دیتے کہ وہ بچوں کو ایسی ضرب نہ لگائیں کہ انہیں چوٹ آجائے۔ وہ تیراکی سکھانے والوں کو تنبیہہ کرتے تھے کہ لڑکوں کو ہلاکت کے خطرے سے محفوظ رکھا جائے۔

محتسب لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے مسجدِ عمرو ابن عاص اور جامع ازہر میں بیٹھتا تھا۔ اس کو بڑا اقتدار حاصل تھا اور اس کی اہمیت میں بے حد اضافہ ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ پولیس والوں کو اس کے احکام کی بجا آوری کرنی پڑتی تھی اس کی تنخواہ ۳۰ دینار ماہانہ تھی۔

مغربیوں کی سختی اور زبردستی نے مصریوں کو بھڑکا دیا کیونکہ وہ ان کے گھروں کو لوٹ لیتے اور انہیں نکال دیتے تھے۔ مگر جوہر نے اپنے حسنِ سیاست کے ساتھ مغربیوں کی اس انتشار انگیزی کی سزا مقرر کی اور ان میں سے بعض لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ ان فتنہ برپا کرنے والوں کو اس نے جو سزائیں دیں ان سے اس کی دانشمندانہ سیاست کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس سزا اور سختی سے اس کی یہ غرض تھی کہ مغربی لوگ اپنی حد میں رہیں۔ تاکہ ان کی حرکتوں سے عاجز آکر مصر کے عوام بغاوت پر آمادہ نہ ہو جائیں۔

جب مغربی ۳۶۳ھ میں اپنی پرانی روش کی طرف لوٹ آئے اور مصریوں کو ان کے گھروں سے نکال کر خود ان پر قابض ہو گئے۔ تو امام معزؑ نے جوہر کے طریق کار پر عمل کیا اور مغربیوں کو "عین شمس" کے قریب ایک مقام پر چلے جانے کا حکم دیا اور ایک حاکم اور قاضی ان کے معاملات کی نگرانی کے لئے مقرر کر دیا۔[1] اس طرح خلافتِ فاطمیہ کے مددگار مغربی اور مصری سُنی ایک دوسرے سے الگ ہو گئے اور ان فتنوں کی آگ بجھ گئی۔ جو اُن دونوں کے قریب قریب رہنے کی وجہ سے برپا ہوتی رہتی تھی۔ اس کے بعد ہمیں کسی شورش اور فساد کی خبر نہیں ملتی۔ سوائے ان فسادات کے جو مذہبی اجتماعات میں رونما ہو جاتے تھے۔ مثلاً دسویں محرم کے اجتماع میں جو امام حسینؑ کی شہادت کی یاد میں منعقد ہوتا تھا۔[2]

حوالہ جات

لہ : اتعاظ الحنفا ص ۸۷

۲لہ : ماوردی الأحکام السلطانیہ: ص ۲۲۷ - ۲۳۰

۳ : مقریزی : الخطط جلد ا ص ۳۶۳ ، ۳۶۴ - ابن خلدون
مقدمہ : ص ۲۲۵ ، ۲۲۶

۴ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۹۶

۵ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۸۷ ، ۹۴ ابنِ میسر :
تاریخِ مصر ص ۴۵

باب ۴

مصر میں قائد جوہر کی تعمیرات

فصل ۱

شہر قاہرہ کی بنیاد ڈالنا

مسلمان حکمران اور والئ مصر اور دوسرے اسلامی ملکوں میں جنہیں انہوں نے فتح کیا تھا اس بات کا خاص اہتمام کرتے تھے کہ ایک ایسے دارالحکومت کی بنیاد رکھیں جس کے اندر ان کی فوج اور ان کے حامی و مددگار سما سکیں اور اس کے درمیان حکومت کے دفاتر قائم ہوں۔ پھر وہ اس دارالحکومت میں دینی فرائض اور شعائر ادا کرنے کے لئے ایک مسجد تعمیر کرتے تھے۔ مصر کے والیوں نے اس سنت کی اسی وقت بنیاد رکھ دی تھی۔ جب شہر فسطاط کے بانی عمرو ابنِ عاص نے مصر فتح کیا۔ اس کے بعد صالح ابنِ علی عباسی آیا اور اس نے اور ابوعون نے شہر

عسکر کی بنیاد ڈالی۔ احمد ابن طولون نے شہر قطائع تعمیر کیا۔ پھر جوہر آیا اور اس نے شہر قاہرہ آباد کیا۔ فسطاط ان دار الحکومتوں میں سب سے پہلے دار الحکومت کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی بنیاد عمرو ابن عاص نے مصر فتح کرنے اور مصر سے رومیوں کو نکال باہر کرنے کے بعد رکھی تھی۔ (۲۰ ھ/ ۶۴۰ء) عمرو ابن عاص کا ارادہ یہ تھا کہ اسکندریہ کو اپنی نئی ولایت کا دار الحکومت بنائے جو اسکندرِ اعظم کے عہد (۳۳۰ ق م) سے دار الحکومت چلا آرہا تھا۔ اور پھر یہ کہ وہ ایک آباد اور معمور شہر تھا۔ چنانچہ عمرو ابن عاص نے حضرت عمرؓ سے مشورہ کرنے کے لئے ایک قاصد روانہ کیا۔

حضرت عمرؓ نے اس قاصد سے پوچھا کہ:

"کیا میرے اور مسلمانوں کے درمیان پانی حائل ہو جائے گا؟" قاصد نے جواب دیا کہ: "ہاں امیر المومنین جب تک نیل بہہ رہا ہے۔" پس حضرت عمرؓ نے عمرو ابن عاص کو لکھا کہ: "مجھے جاڑے یا گرمی کسی موسم میں یہ بات پسند نہیں کہ تم مسلمانوں کو ایسی جگہ اتارو، جہاں ان کے اور میرے درمیان پانی

حائل ہو۔ میرے اور اپنے درمیان پانی
حائل نہ کرو! تاکہ میں جب بھی چاہوں
سواری پر بیٹھ کر تم تک پہنچ سکوں یہانتک
کہ پیدل چل کر بھی تمہارے پاس آسکوں"۔

یعنی انہوں نے عمرو ابن عاص کو مشورہ دیا کہ اسکندریہ کے سوا کسی اور شہر کو دارالحکومت بنایا جائے۔ حضرت عمر بہت دُور اندیش آدمی تھے۔ بات یہ تھی کہ عرب قوم بحری قوم نہیں تھی اس لئے اسکندریہ مصر کا دارالحکومت بننے کے لئے مناسب شہر نہیں تھا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ نیا دارالحکومت یا تو بحرِ احمر کے ساحل پر واقع ہو یا کسی ایسی جگہ جہاں سے عرب کے ساتھ خشکی کے راستے مواصلات ممکن ہوں اور چونکہ فسطاط عرب کے راستے پہ واقع تھا اور پھر ایک ایسا مقام تھا جہاں سے شمالی مصر اور جنوبی مصر کی نگرانی کی جاسکتی تھی۔ اس لئے عمرو ابنِ عاص نے اس کو اپنی ولایت کا دارالحکومت بنایا۔

فسطاط اس وسیع و عریض فضا میں واقع ہے جہاں عمرو ابن عاص نے قلعہ بابلیوں کے محاصرے کے وقت اپنے لشکر کو خیمہ انداز کیا تھا۔ یہ جگہ مصر کے قدیم دارالحکومت

منف سے زیادہ دُور نہیں تھی۔ نیل اور مقطم کے درمیان کھلی ہوئی فضا تھی اور کھیت تھے۔ وہاں قلعہ بابلیون کے سوا اور کوئی عمارت نہیں تھی۔ [۱]

اس شہر کا نام فسطاط اس لئے پڑا کہ جب عمرو ابنِ عاص نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے اسکندریہ جانے کا ارادہ کیا تو اپنے فسطاط یعنی خیمے کو اکھاڑنے کا حکم دیا لیکن اس نے دیکھا کہ اس میں کبوتری نے انڈے دیدیئے ہیں لہٰذا اس نے حکم دیا کہ اسے اپنی جگہ پہ باقی رہنے دیا جائے۔ جب مسلمان اسکندریہ سے واپس آئے تو انہوں نے عمرو ابنِ عاص سے پوچھا کہ ہم کہاں پڑاؤ ڈالیں؟ عمرو ابن عاص نے فسطاط کا ذکر کیا۔ یہ اس خیمے کی طرف اشارہ تھا جسے کبوتری کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس طرح پورا شہر فسطاط کے نام سے موسوم ہو گیا [۲]۔

جب عمرو ابنِ عاص نے اسکندریہ فتح کر لیا اور قلعہ بابلیون کے قریب پڑاؤ ڈالا تو شہر فسطاط کی بنیادیں بلند ہونی شروع ہوئیں اور مصر کی سب سے پہلی مسجد کی داغ بیل ڈالی گئی۔ یہ مسجد جامع عتیق، اور تاج الجوامع کے نام سے موسوم ہوئی اس کے بعد اسے جامع عمرو کہا جانے لگا۔

اور آج تک اس نام سے مشہور ہے [3] پھر عرب قبیلوں نے اس مسجد کے قریب اپنے گھر بسائے۔ اس طرح فسطاط آباد ہوا، اس میں مکان تعمیر ہوئے اور لوگ آکر وہاں بس گئے اس کا رقبہ پھیل گیا وہ مصر کا دارالحکومت بن گیا اور اسلامی ملکوں کے قدیم ترین اور اولین دارالحکومتوں کی فہرست میں شامل ہوگیا ہے [4]

جب حکومت عباسیوں کی طرف منتقل ہوگئی اور صالح ابن علی عباسی ولایت مصر کا والی بنایا گیا تو اس نے دیکھا کہ فسطاط میں اسکے لشکروں (عسکریوں) کیلئے گنجائش نہیں ہے لہٰذا اس نے ۱۳۳ھ / ۷۵۰ء میں اس علاقے میں شہر عسکر کی بنیاد رکھی جو فسطاط سے شمال مشرق میں واقع ہے اس نے اپنے اس نوآباد شہر کو اپنا دارالحکومت بنایا اس سے لشکر کے مناسبت سے اس کے دارالحکومت کا نام عسکر پڑ گیا اس کی فسطاط سے وہی نسبت تھی جو فرسائی کو پیرس سے ہے [5]

عہد اسلامی کے آغاز میں یہ مقام "الحمراء القصوی" کہلاتا تھا۔ اور یہ وہ مقام تھا جہاں فتح اسلامی کے بعد عرب کے تین قبیلے سکونت پذیر ہو گئے تھے [6]۔ لیکن پھر ان قبیلوں نے وہاں سے ہجرت اختیار کر لی اور یہ

مقام ویران ہوگیا۔ یہاں نیا دارالحکومت بنایا گیا جو فسطاط سے کوہ یشکر تک پھیلا ہوا تھا۔ کوہ یشکر پہ مسجدِ ابن طولون تعمیر کی گئی تھی۔ یہاں عباسیوں نے عمارتیں بنائیں اور گھر لیئے۔ پھر صالح ابنِ علی نے دارالامارہ قائم کیا اور دارالحکومت کے بیچوں بیچ فوجی چھاؤنی بنوائی جس طرح اس کے بعد خلیفہ منصور عباسی نے بغداد کے درمیان قصرِ ذہب بنوایا تھا۔ تاکہ وہ سب سے مساوی فاصلے پہ رہے تھے۔ ۱۶۹ھ / ۷۸۵ء میں عباسیوں کے ایک والی فضل ابن صالح نے دارالامارہ کے پاس مسجد عسکر کی بنیاد رکھی اور یہ مسجد مصر کی جامع مسجدوں میں شامل ہوگئی۔ پھر اس نے اس مسجد کے گرد و پیش لوگوں کو مکان تعمیر کرنے کی اجازت دیدی۔ اس طرح وہاں عمارتوں کی کثرت ہوگئی۔ یہاں تک کہ یہ شہر فسطاط سے جاملا۔ اور ایک بڑا شہر بن گیا۔ جس میں سڑکیں تھیں مسجدیں تھیں، مکان باغ اور بازار تھے۔ اس طرح عسکر امارت انتظامیہ اور پولیس کا مرکز بن گیا۔ (۱۳۲ھ سے ۲۵۴ھ)

لیکن جب احمد ابنِ طولون نے "قطائع" کی بنیاد رکھی تو عسکر کی اہمیت بہت کم ہوگئی۔ اور فسطاط اور قطائع

کا نام تو باقی رہا مگر عسکر کا نام متروک ہو گیا۔ اور ایسا ہو گیا جیسے یہ شہر کبھی تھا ہی نہیں۔ البتہ اُمرائے مصر عسکر کے دار الامارہ میں قیام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جوہر صقلی نے شہر قاہرہ کی بنیاد رکھی ؀ اس کے بعد حکومتِ طولونیہ کا دور آیا (سنہ ۲۵۴ھ ۲۹۲ھ) پس احمد ابنِ طولون نے سوچا کہ عسکر میں اتنی گنجائش نہیں کہ اس کے اندر اس کی فوجیں خدام اور غلام سما سکیں لہٰذا اس نے ایک ایسے دار الحکومت کی بنیاد ڈالنے میں جس کے اندر اس کی فوجیں سما سکیں اور جس میں زندگی کی آسانیاں میسر ہوں۔ عمرو ابن عاص اور صالح ابن علی عباسی کی تقلید کی اور ۲۵۶ھ / ۸۷۰ء میں فسطاط کے شمال میں ایک قطعہ زمین منتخب کیا جو عسکر میں دار الامارہ کے قریب سرزمین مقطم اور کوہِ یشکر کے درمیان واقع تھا۔ تاکہ وہ ایک نئے دار الحکومت کی بنیاد رکھے۔ وہ دار الحکومت جو قطائع کے نام سے موسوم ہوا۔ مقریزی کا کہنا ہے ؀ کہ :

شہر قطائع قبتہ الہوا سے جس کے ٹیلوں پہ قلعہ جبل بنایا گیا۔ مسجد ابن طولون تک اور رمیلہ سے جو قلعہ جبل کے نیچے واقع تھا مسجد زین العابدین تک پھیلا ہوا تھا اس کی

مساحت کا اندازہ ایک میل مربع لگایا گیا ہے۔ [۱]

احمد ابن طولون نے قلعے کے نیچے اپنے رہنے کے لئے ایک محل تعمیر کرایا جسے ایک گنجان باغ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا۔ پھر اس نے اپنی مشہور ترین مسجد کی بنیاد رکھی جو مسجد طولون کہلائی اور اس کے قریب دارالامارہ بنوایا۔ اور مسجد اور محل کے درمیان ایک وسیع وعریض میدان تیار کرایا جس میں ابن طولون اور اس کی فوج چوگان (پولو) کھیلتی تھی۔ یہ میدان اس قدر وسیع ہو گیا کہ تمام کا تمام محل میدان کہلانے لگا۔ پھر ابن طولون کی حکومت کے بڑے لوگوں، سرداروں اور غلاموں نے اس میدان کے چاروں طرف اپنے مکان بنائے اور ان میں سے ہر گروہ نے اپنے لئے ایک ایک قطعہ منتخب کر لیا جو اسی سے مخصوص تھا۔ اس طرح دوسرے گروہوں، پیشہ وروں، تاجروں کے لئے خاص قطعے مخصوص ہو گئے ان میں سے ہر ایک قطعہ اس گروہ کے نام سے منسوب تھا جو اس پر قابض تھا۔ پس تمام شہر کا نام "قطائع" ہو گیا پھر لوگوں نے تعمیرات کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اس طرح یہ

شہر خوب آباد اور معمور ہو گیا وہاں عالیشان عمارتیں بنائی گئیں، مسجدیں تعمیر ہوئیں اور حمام بنوائے گئے۔ یہاں تک کہ ان عمارتوں کا سلسلہ فسطاط سے جا ملا۔ ابنِ طولون کے بعد اس کے بیٹے خمارویہ کا دور آیا۔ اس نے قطائع کو مزید وسعت دی اور اس کی تزئین اور آرائش کی۔ اس نے اپنے باپ کے محل کی طرف توجہ کی اور اس میں اضافہ کیا۔ اس نے اپنے باپ کے میدان کو باغ میں تبدیل کر دیا اور اس میں طرح طرح کے ریحان اور قسم قسم کے درخت لگائے۔ [۱۱]۔

خمارویہ کی وفات (۲۸۲ھ / ۸۹۵ء) کے بعد حکومت طولونیہ زوال و انحطاط کی طرف بڑھنے لگی۔ لہٰذا خلیفہ مکتفی عباسی نے مشہور عباسی سپہ سالار محمد ابن سلیمان کاتب کو روانہ کیا تاکہ وہ مصر کی ولایت کو واپس لے لے۔ مصری بیڑے کو شکست ہوئی اور ہارون ابنِ خمارویہ شہر عباسہ کی طرف فرار ہو گیا [۱۲]۔ جہاں اس کو اس کے باپ کے دو بھائیوں شیبان، اور عدی نے قتل کر ڈالا۔ مگر عباسی لشکر ان دونوں کے اس عمل سے خوش نہیں ہوا اور اس نے شیبان کو والیٔ مصر بنانے سے انکار کر دیا۔ اور

محمد ابن سلیمان کو خط و کتابت کے ذریعے صورتِ حالات سے آگاہ کیا۔ محمد ابن سلیمان فسطاط آیا اور وہاں سے قطائع کی طرف روانہ ہو گیا جو حکومت طولونیہ کا دارالحکومت تھا۔ (۲۹۲ھ/۹۰۴ء) اور وہاں آگ لگوا دی۔ اس طرح وہاں کے محل، مسجدیں، حمام، بازار اور باغ سب جل گئے اور اس آباد معمور شہر کا صرف نام ہی باقی رہ گیا[۱۳]۔

اس طرح حکومتِ طولونیہ اپنے اختتام کو پہنچی۔ قطائع ویران ہو گیا صرف اس کے کھنڈر باقی رہ گئے۔ اور مسجدِ طولون کے سوا وہاں کچھ باقی نہیں رہا۔ اس طرح فسطاط ایک مرتبہ پھر امارات، فوج، اور انتظامیہ کا مرکز قرار پایا۔ اس کے اطراف آباد ہو گئے، عمارتوں میں اضافہ ہوا۔ یہ کیفیت بدستور رہی۔ یہاں تک کہ خلیفہ معز لدین اللہؒ کے سپہ سالار جوہر صقلی نے مصر فتح کیا اور ۳۵۸ھ/ ۹۶۹ء میں قاہرہ کی بنیاد رکھی۔

قاہرہ اسلامی عہد کے مصر کا چوتھا دارالحکومت شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد ۳۵۸ھ/۹۶۹ء میں اس وقت رکھی گئی جب خلیفہ معزؒ فاطمی کے لشکر سپہ سالار

جوہر کی سرکردگی میں مصر میں داخل ہوئے اور اخشیدی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

جوہر صقلی ۱۷ شعبان ۳۵۸ھ / ۱۷ جولائی ۹۶۹ء کو فسطاط میں داخل ہوا اور شمال کی طرف ایک میدان میں اپنے لشکروں کے ساتھ خیمہ انداز ہوا۔ جوہر نے اسی رات اس شہر (قاہرہ) کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ اس شہر کی تعمیر سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ فاطمیوں کا دارالخلافہ بنے اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے آقا خلیفہ معزؑ کے قصر کی بنیاد بھی رکھی[۱۴] اس قصر کے چاروں طرف ہر ایک بربری قبیلے نے اپنے اپنے محلے کی داغ بیل ڈالی اور ہر محلہ اپنے قبیلے کے نام سے موسوم ہوا۔

برقہ کی ایک جماعت نے "محلہ برقیہ" کی داغ بیل ڈالی۔ رومیوں نے دو محلّے آباد کئے ان میں سے ایک اب "حارۃ الروم" (رومیوں کا محلہ) کہلاتا ہے اور دوسرا "حارۃ الروم الجوانیہ" جو باب نصر کے قریب آباد ہوا[۱۵]

قائد جوہر نے شہر قاہرہ کی بنیاد اس لئے رکھی تھی کہ وہ فاطمیوں کا دارالخلافہ اور ان کے مذہب کی نشر و اشاعت کا مرکز بنے اور ان قرامطہ کے حملوں کے مقابل ایک

مضبوط قلعے اور حصار کا کام دے سکے جو مصر کی شمالی سرحدوں کو دھمکیاں دے رہے تھے۔ اس کے علاوہ یہ کہ قرامطہ نے شام پر حملہ کر دیا تھا۔ شام جو اس وقت مصر کے تحت تھا اور وہ دمشق پر قابض ہو گئے تھے۔ اس صورت میں فاطمیوں کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا کہ وہ ان کی لوٹ مار سے اپنا بچاؤ کریں۔[16]

جوہر کا شہر فسطاط یا شہر عسکر کو دارالخلافہ بنانا اور ایک ایسے دارالخلافہ کی بنیاد رکھنے کا عزم کرنا جو فاطمی خلافت کی اغراض کو پورا کر سکے منصور عباسی کے اس طریق کار سے کافی مشابہ ہے جو اس نے بغداد کی بنیاد ڈالنے کا فیصلہ کر کے اختیار کیا۔ منصور کے سامنے کئی اسلامی دارالحکومت تھے جن میں سے وہ کسی کو بھی اپنا دارالخلافہ بنا سکتا تھا۔ لیکن جب اس نے مدینے پر نظر ڈالی تو اسے اپنی خلافت کا مرکز بننے کے لئے مناسب نہ پایا۔ اس لئے کہ رسول اکرمؐ کے عہد اور عباسیوں کے زمانے کے درمیان بڑا فرق تھا۔ اب رہا دمشق تو دمشق کو اس نے بنی امیہ کی یادوں اور یادگاروں سے معمور پایا۔ اسی طرح کوفہ شیعوں کا مرکز تھا اور کوفے کے لوگ اولادِ علیؓ کے طرف دار تھے۔ رہا ہاشمیہ سو وہ

کوفے کے قریب واقع تھا اور منصور وہاں اپنے قیام کو غیر محفوظ سمجھتا تھا۔ خاص طور پہ فرقۂ راوندیہ کے واقعے کے بعد اب اس کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ مشرق میں اس علاقے کی طرف توجہ کرے جو ایران کے مغرب میں واقع تھا۔ اور جہاں کے باشندے ساسانیوں کے عہد سے اپنے بادشاہوں کو مقدس خیال کرتے تھے۔ اور جہاں اسے اپنے وہ مددگار نظر آتے تھے جن کے کاندھوں پہ عباسی حکومت قائم تھی ۱؎ اس سے پہلے قسطنطین اور اسکندر نے بھی یہی کیا تھا۔ چنانچہ جب قسطنطین نے یہ دیکھا کہ ایتھنس اس کی حکومت کا مرکز بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ جمہوریت اور پارلیمنٹ کی چیخ و پکار کے مرکز یعنی مغربی یونان کے قریب واقع ہے۔ تو اس نے مغرب کی طرف رخ کیا جہاں شروع ہی سے استبداد اور شخصی حکومت کا دَور دورہ رہا ہے۔ اس نے دیکھا کہ بیزنطہ دارالحکومت بننے کے لئے بہترین جگہ ہے اور وہ ایک ایسی سرزمین ہے جو اس کی سیاسی اور دینی اغراض کی تکمیل میں پوری طرح سازگار اور مددگار ثابت ہوگی۔ اب رہا اسکندر اعظم تو اس نے شہر اسکندریہ کی بنیاد رکھنے کے لئے راقودہ ۲؎ کے محل وقوع

کو پسند کیا تاکہ یہ شہر (اسکندریہ) اس کا دارالحکومت اور یونانی تہذیب کا مرکز بنے۔ کیونکہ وہ یونان سے قریب تھا۔ اور پھر یہ کہ بحرِ ابیض متوسط کے ساحل پر واقع تھا۔ علاوہ ازیں وہ قدیم دنیا کی حکومتوں اور سلطنتوں کو آپس میں ملانے والی کڑی کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ کہ یونانی ایک سمندری قوم تھے۔ اس لئے یہ ظاہر تھا کہ وہ اپنے دارالحکومت سمندر کے ساحلوں پر آباد کریں۔

اس لئے ہم عموماً یہ دیکھتے ہیں کہ جو فاتح دوسری حکومتوں کے کھنڈروں پر اپنی حکومتیں قائم کرتے ہیں۔ ان کی نظر سب سے پہلے اس طرف جاتی ہے کہ وہ اپنے لئے ایک نیا دارالحکومت بنائیں جو ان کی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔

جب قائد جوہر خلیفہ کے محل سے فارغ ہو گیا اور اس محل کی چاردیواری بھی بنکر تیار ہو گئی تو پورے شہر کا نام منصور ابوالمعز کی نسبت سے منصوریہ رکھا اور یہ نام امام معز ؑ کے مصر آنے تک باقی رہا۔ یہاں تک کہ امام معز ؑ نے اس کا نام قاہرہ رکھا [19] اس شہر کے نام کے سلسلے میں مورخوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے ابنِ دقماق کہتا ہے کہ [20]:

"اس شہر کے نام سے موسوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کی بنیاد کھودی گئی ہے اس وقت مصر کے سات حکیموں میں سے ایک حکیم نے قاہر نامی ستارے کو طلوع ہوتے دیکھا"

مقریزی کا بیان ہے کہ[۲۱]:

جب قائد جوہر نے اس کی تعمیر کا ارادہ کیا تو نجومیوں کو بلایا اور انہیں بتایا کہ میں مصر کے باہر فوج کے قیام کے لئے ایک شہر آباد کرنا چاہتا ہوں۔ اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے مبارک ستارہ انتخاب کریں تاکہ یہ شہر ہمیشہ ان کی اولاد کے قبضے میں رہے۔ لہٰذا انہوں نے ایک ستارہ تو سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے انتخاب کیا۔ اور ایک ستارہ شہر پناہ کی بنیاد کھودنے کے لئے اور شہر پناہ کے خط پر لکڑی کی کھونٹیاں گاڑ دیں۔ ہر دو کھونٹیوں کے درمیان ایک ڈوری بندھی ہوئی تھی جس میں گھنٹیاں لٹک رہی تھیں۔ انہوں نے مزدوروں سے کہہ رکھا تھا

کہ گھنٹیاں بجتے ہی پتھر اور گارا داغ بیل پر ڈال دیں۔ پھر وہ مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے۔ اتفاق سے ایک کوّا ڈوری پر آن بیٹھا جس سے تمام گھنٹیاں بجنے لگیں۔ مزدور یہ سمجھے کہ انہیں نجومیوں نے بلایا ہے۔ چنانچہ وہ جو گارا اور پتھر اپنے ہاتھوں میں لئے کھڑے تھے اسے داغ بیل پر ڈال دیا۔ اور بنیاد رکھ دی۔ نجومی یہ دیکھ کر چلانے لگے کہ "طالع میں قاہر ہے" مگر اب تو بنیاد پڑ چکی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ بنیاد پڑتے وقت طالع میں مریخ تھا اور وہ "قاہرِ فلک" کہلاتا ہے۔ پس شہر کو قاہرہ کہا جانے لگا۔"

ہم اس روایت کی صحت کو بعید از قیاس نہیں سمجھتے خاص طور پر اس صورت میں کہ ابن قلانسی[۲۲] کے بیان کے مطابق امام معز[۲۳] علم نجوم کے شوقین تھے اور اپنے ذاتی معاملات اور حکومت کے مسائل میں اپنے نجومی سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ظاہر ہے کہ کہانی ان

ہی خرافات سے ملتی جلتی ہے جنہیں لوگ اپنے ذہن سے کھڑ لیا کرتے ہیں اور دار السلطنتوں میں سے کسی دار السلطنت کا سنگ بنیاد رکھے جانے کے سلسلے میں انہیں بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ مقریزی نے سکندر اعظم کے عہد میں اسکندریہ کی بنیاد رکھے جانے کا ذکر کرتے ہوئے بالکل یہی حکایت بیان کی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو شخص بھی اس شہر کے خلاف چلا اور اس شہر کے حاکم کے خلاف بغاوت اور خروج کا قصد کیا۔ اس پر یہ شہر غالب آگیا۔ یہ بات بھی بعید از قیاس نہیں ہے کہ قاہرہ کا نام امام معزؑ کے اس جملے سے اخذ کیا گیا ہو جو انہوں نے اس وقت کہا تھا۔ جس وقت جوہر مصر فتح کرنے کے لئے روانہ ہو رہا تھا۔ وہ جملہ یہ ہے:

"ولتدخلن في خرابات ابن طولون وتبني مدينة تقهر الدنيا۔" ؁۲۳

یعنی اے جوہر تم ابن طولون کے کھنڈروں میں داخل ہو گے اور ایک ایسے شہر کی بنیاد رکھو گے جو ساری دنیا پر غالب آجائے گا۔"

قاہرہ معزیہ فسطاط کے شمال میں واقع ہے[۲۴] جب

وہ تعمیر ہوا۔ اس وقت وہ جامع حاکم کے منارے سے باب زویلہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کی مشرقی حدود وہی تھیں جو موجودہ قاہرہ کی حدود ہیں لیکن مغربی سمت میں وہ شارع خلیج تک ختم ہو جاتا تھا[25]۔

اس طرح قاہرہ معزیہ کی حدودِ اربعہ حسب ذیل تھیں۔ شمال میں باب نصر، جنوب میں باب زویلہ[26]، مشرق میں باب برقیہ اور باب محروق[27] (اب اسے دراسہ کہا جاتا ہے۔) اور مغرب میں باب سعادت، باب فرج اور باب خوخہ۔

مقریزی کی روایت کے مطابق قاہرہ جامع ازہر کے محلوں اور جمالیہ، حسینیہ، باب الشعریہ، موسکی، غوریہ اور باب الخلق پر مشتمل تھا[28] کہا جاتا ہے کہ جب امام معز قاہرہ آئے اور انہوں نے دیکھا کہ قاہرہ کا کوئی ساحل نہیں ہے تو انہیں اس کا محل وقوع پسند نہیں آیا۔ انہوں نے قائد جوہر سے کہا کہ:

"اے جوہر تم سے قاہرہ اس جگہ تعمیر کرنے میں بھول ہو گئی[29]۔"

ان کا اشارہ مقس[30] کی طرف تھا۔

قاہرہ کو ایک بہت بڑی شہر پناہ گھیرے ہوئے
تھی[31] یہ شہر پناہ اینٹوں سے بنائی گئی تھی ہر اینٹ
کا حجم ساڑھے چار فٹ مربع تھا۔ اس شہرِ پناہ کے اندر وہ
داغ بیلیں پڑی ہوئی تھیں جن پہ قاہرہ معزیہ تعمیر ہوا۔
یہ شہر پناہ ایک مضبوط قلعہ تھا جس میں قائد جوہر قرامطہ
کے حملوں سے پناہ لیتا تھا۔ اس شہر پناہ کے جنوب مشرق
میں شہر فسطاط واقع تھا اور مغرب میں مقس جوہر کی بندرگاہ
تھا۔ آخر تیرھویں اور چودھویں صدی عیسوی میں نیل کا
راستہ بدل جانے کے بعد مقس کے بدلے بولاق تعمیر ہوا[32]
اور ۱۳۰۷ھ میں جبکہ ملک ناصر نے اس کو آباد کرنے کا حکم
دیا وہ ایک تجارتی شہر بن گیا۔ نیل کے ساحل پہ اس شہر
کے اندر مکان تعمیر کیئے گئے لوگوں نے وہاں سکونت اختیار
کرلی اور اسے آباد کر دیا۔

جو حصہ شہر پناہ کے اندر واقع تھا اسے قاہرہ کہا
جاتا تھا اور جو شہر پناہ سے باہر تھا وہ ظاہر القاہر کہلاتا
تھا۔ یہ ان نئے محلوں پہ مشتمل تھا جو جامع ابن طولون اور
قلعۂ جبل، جبل مقطم اور ساحلِ نیل کے اس سمت کے درمیان
پھیلے ہوئے تھے جو جبلِ مقطم کے سامنے واقع تھی۔ اب یہ محلے

بولاق شبرا اور باب اللوق کے ناموں سے پہچانے جاتے ہیں[۳۲]

۱۸ شعبان ۳۵۸ھ میں بدھ کی رات کو جوہر نے اپنے آقا امام معزؑ کے لئے شہر پناہ کے اندر کی کھلی فضا میں ایک قصر کی بنیاد رکھی۔ یہ قصر شہر پناہ کے مشرقی حصے کی طرف واقع تھا۔ اس لئے اس کو القصر الکبیر الشرقی کہا جاتا تھا اسے القصر المعزی بھی کہتے تھے۔ کیونکہ امام معز لدین اللہؑ ہی نے جوہر کو جبکہ وہ مصر فتح کرنے کے لئے جا رہا تھا اس قصر کے تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا اور قصر کا نقشہ بنا کر اسے دیدیا تھا[۳۳]۔ امام معز لدین اللہ اس قصر میں رہتے تھے اور یہیں بیٹھ کر حکومت کے معاملات پر غور کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اس قصر میں حکومت کے دفاتر قائم تھے۔ اسلحہ کا ذخیرہ بھی یہیں پہ محفوظ تھا۔ خلیفہ کی حفاظت کے لئے یہاں فوج رہتی تھی۔ موسیو میجون کہتا ہے کہ اس قصر میں چار ہزار کمرے تھے[۳۵]۔ اس قصر میں بہت سے دروازے تھے۔ ہم ان دروازوں میں سے خاص طور پہ "باب الذہب" کا ذکر کریں گے۔ اس دروازے پہ ایک دریچہ تھا۔ خلیفہ بعض اوقات اس دریچے میں بیٹھ کر باہر کا نظارہ کرتے تھے۔ ایک دروازہ "باب العید" تھا اس کے سامنے ایک وسیع میدان

تھا جس میں عید اور عید البقر کے دن فوجیں صف بستہ ہوتی تھیں اسے "رحبتہ العید" کہا جاتا تھا۔ ایک دروازہ "باب الدیلم" تھا وہ اس جگہ تھا جہاں اب مسجد الحسین ہے وہ باب زعفران کے قریب تھا۔ باب زعفران جو خلفا اور خاندانِ خلافت کے لوگوں کا قبرستان تھا۔ اب وہاں خان خلیلی واقع ہے۔ امام معز[ع] نے اپنے بزرگوں خلیفہ مہدی[ع]، قائم[ع] اور منصور[ع] کی میتوں کو جنہیں وہ بلادِ مغرب سے تابوتوں میں اپنے ساتھ لائے تھے اسی مقبرے میں دفن کیا۔ یہ مقبرہ خلفاء ان کی اولاد اور ان کی خواتین کا قبرستان رہا۔ یہانتک کہ خاندانِ ممالیک کے ایک امیر رکن الخلیلی نے اس میں اپنا "خان" تعمیر کیا جو اس کے نام سے منسوب اور مشہور ہوا۔ اس نے مقبرے سے خلفا اور خاندانِ خلافت کی ہڈیاں نکال کر برقیہ کے ٹیلوں پہ ڈال دیں۔[۳۶]

باب دیلم اور باب تربت زعفران کے درمیان شوخ سبع تھا۔ جہاں سے ہو کر خلیفہ وقود[۳۷] کی راتوں میں جامع ازہر جاتے تھے۔ اور جامع ازہر کے ایک دریچے میں بیٹھ کر لوگوں کا مشاہدہ کرتے تھے۔ قصر کی جنوب مشرقی سمت میں باب دیلم اور جامع ازہر ایک دوسرے کے آمنے سامنے واقع

ہیں۔ خلیفہ جمعہ کی نماز وہیں پڑھتے تھے۔ باب العید کے صحن کے قریب مہمان خانہ واقع تھا جو دار السعید السعداء کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے مقابل دار الوزارت تھا وہاں ایک راستہ تھا جو بابِ تربت زعفران اور بابِ زہومہ کو ملاتا تھا[38]۔ اس دروازے اور جامع ازہر کے درمیان قصر کے خزانے تھے جن میں کتابوں کے ذخیرے، مشروبات کے گودام اور اسلحہ، فرش فروش اور پارچہ جات کے ذخیرے شامل تھے۔ یہ قاہرہ معزیہ سے مشرق کی سمت میں واقع تھے۔ امام معز، شعبان ۳۶۲ھ کو اس قصر میں داخل ہوئے۔ قصر کو قیمتی فرش فروش اور اسبابِ شاہانہ سے آراستہ کیا گیا[39]۔

مشرقی قصر کے سامنے خلیفہ عزیز کا تعمیر کردہ قصر واقع تھا۔ جو مشرقی قصر سے چھوٹا تھا اور مغربی قصر کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ جس کی جگہ بڑا منصوری شفا خانہ بنا دیا گیا۔ اس کا ایک حصہ آج تک باقی ہے جو سوق نحاسین (قلعی گروں کا بازار) کہلاتا ہے[40]۔ اس کے قریب ہی میدان، باغ کافوری[41]، دار الضیافۃ القدیمہ (پرانا مہمان خانہ) اور رحبۃ الاقبال واقع تھے مشرقی قصر اور

مغربی قصر کے درمیان کھلی ہوئی فضا تھی جس میں دس ہزار فوجی سما سکتے تھے۔ بعد کو اسے "بین القصرین" (یعنی دو محلوں کے درمیان) کہا جانے لگا۔ جوہر نے ایک عام راستہ بھی بنایا تھا جو قاہرہ کے بیچوں بیچ جنوب میں باب زویلہ سے باب فتوح تک گذرتا تھا۔

علی مبارک باشا۔ امام معز کے عہد کے قاہرہ کی تصویر ہمارے سامنے اس طرح کھینچتا ہے [۴۲] :

> قائد جوہر کے زمانے میں قاہرہ کی شکل تقریباً مربع تھی۔ اس کا ضلع ایک ہزار دو سو میٹر تھا اور تین سو چالیس فدان (ایکڑ) زمین کو گھیرے ہوئے تھا۔ اس میں سے ۷۰ ایکڑ کے رقبے پر قصر کبیر آباد تھا اور ۳۵ ایکڑ زمین میں کافور کا باغ تھا اور اتنے ہی حصے میں میدان تھے باقی دو سو ایکڑ زمین فوجیوں میں تقسیم کر دی گئی تھی یعنی تقریباً بیس محلے جو قاہرہ کے دونوں جانب واقع تھے شہر کی مغربی شہر پناہ خلیج سے تقریباً تیس میٹر کے فاصلے پر واقع تھی ۴۸۶ھ میں یعنی خلیفہ مستنصر باللہ کے عہد خلافت اور بدر الجمالی کے عہد وزارت میں شہر پناہ منہدم کرا دی گئی اور پتھر کے

دروازے خوش ذوقی اور حسنِ تعمیر کا نمونہ
ہیں۔ ان کی تعمیر میں تین بھائیوں کی کاریگری
شامل تھی جو رہا کے رہنے والے تھے [۲۷]۔

قائد جوہر کے عہد میں قاہرہ ایک چھوٹی سی بستی تھا اور وہاں قصرِ خلیفہ، جامع ازہر، فوجی چھاؤنیوں اور اہلِ مغرب اور خلیفہ کے مصاحبوں، اور محافظوں کے مکانوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا [۴۸]۔ اور اس کے تمام باشندے شیعہ تھے۔ پھر اس کی آبادی میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ فاطمیوں کے آخری عہد تک وہ ترقی کے بہت بلند درجے تک پہنچ گیا۔ وہاں عظیم الشان عمارتیں، محل اور بڑے بڑے بازار تعمیر ہوگئے، باغ لگائے گئے، مکان، حمام، دکانیں، مدرسے، مسجدیں اور ہوٹل تعمیر ہوئے، اور سڑکیں، گلی کوچے، اور محلے وجود میں آگئے۔

حوالہ جات

لہ : مقریزی : الخطط جلد ۱ ص ۲۸۹

ٹہ : " : " ۱ ص ۲۹۶ فسطاط کی وجہ تسمیہ کے بارے میں چند اور اقوال بھی ہیں مگر یہاں اس

بحث کی گنجائش نہیں۔

۳ : The Story of Cairo Pg.42.

۴ فسطاط تجارتی سرگرمیوں کا مرکز اور عمارتوں اور باشندوں سے معمور رہا۔ یہاں تک کہ ۵۶۳ھ/۱۱۶۸ء میں بیت المقدس کا بادشاہ عموری (AMALARIC[8]) مصر میں داخل ہوا فاطمی خلیفہ عاضد کا وزیر شاور اس کا مقابلہ نہ کر سکا کیونکہ اب اس شہر میں پہلی سی قوت باقی نہیں رہی تھی۔ بلکہ یہ کہ شاور کو فرنگیوں کے داخل ہو جانے کا بھی خوف تھا۔ لہٰذا اس نے فسطاط کو خالی کرنے اور آگ لگا دینے کا حکم دے دیا۔ مقریزی کہتا ہے کہ شاور نے روغن نفط کی ۲۰ ہزار بوتلیں اور دس ہزار مشعلیں مصر سے بھیجیں جو چھڑک دی گئیں پس آگ کے شعلے اور دھوئیں کے بادل آسمان تک پہنچ گئے اور ایک وحشت ناک منظر ظہور میں آگیا اور ۲۹ صفر سے شروع ہو کر جون تک مصر کی عمارتوں اور مکانوں میں آگ بھڑکتی رہی اور مصر راکھ کا ڈھیر ہو گیا جنہیں اب "کیمان" (ٹیلے) کہا جاتا ہے۔ جامع عمرو ابن قصر شمع کے سوا اس شہر کا کوئی نشان

باقی نہیں رہا۔ ؎ الخطط جلد ا ص ۳۳۸ – ۳۳۹

ھ : The Story of Cairo Pg.65.

؎ : یعنی بنی یشکر ، بنی روبیل اور بنی ارزق ؎ مقریزی : الخطط جلد ا ص ۳۰۴ –

؎ : Baghadad During the Abbasid Caliphate Pg.91 by Le Strange, GUY.

؎ : شہر عسکر خلیفہ مستنصر فاطمی کے عہد میں ویران ہوگیا اس ویرانی کا سبب قحط تھا۔ جب بدر الجمالی مصر آیا اور اس نے از سرِ نو قاہرہ کی تعمیر کی تو عسکر اور قطائع کے تمام آثار اور باقیات مصر میں منتقل کر دیئے۔ آخر کار یہ دونوں مقامات بالکل ویران ہوگئے۔ اب وہاں کوہِ یشکر کے سوا کچھ نہیں۔ کوہ یشکر جس پر مسجدِ ابن طولون تعمیر کی گئی تھی۔

؎ : خطط : جلد ۱۱ ص ۳۱۳ – ابن دقماق الانتصار الواسطۃ جلد ۴ ص ۱۲۱ – ۱۲۲ –

؎ : ابنِ دقماق : الانتصار لواسطۃ جلد ۴ ص ۱۲۱ کہا جاتا ہے کہ یہ اندازہ ابنِ سعید اندلسی نے لگایا تھا۔ جو ملک

الصالح ایوب کے عہد میں مصر آیا تھا۔ میل ہتائی فرسخ کے مساوی ہے یعنی تین یا چار ہزار فٹ۔

سلہ مقریزی: خطط جلد ا ص ۳۱۵ - یہ گیند کا وہ کھیل ہے جو انگریزوں اور فرانسیسیوں میں پولو (Polo) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کھیل ہاکی سے مشابہ ہے۔

سلہ۔ مقریزی: الخطط جلد ا ص ۳۱۶

سلہ: وہ بستی جو شام سے مصر آنے والے مسافر کی راہ میں سب سے پہلے پڑتی تھی۔

سلہ: مقریزی: الخطط جلد ا ص ۳۳۲ - ابن دقماق: الانتصار الواسطۃ جلد ۴ ص ۱۲۱

سلہ: The Story of Cairo Pg.118 and Art Musulman Tome I Pg.44

سلہ: ابو المحاسن النجوم الزاہرۃ جلد ۲ ص ۴۱۶

Précis d'Histoire Musulmane de L'Egypte Pg.32.

سلہ: مقریزی: الخطط جلد ا ص ۳۶۱

سلہ: Baghadad During the Abbasid Caliphate Pg.1-6.

۱۹ : راقودہ یا راقوتیں - ایک چھوٹا سا گاؤں موجودہ اسکندریہ کے قریب واقع تھا۔ مقریزی : الخطط جلد ۱ ص ۱۴۴

۲۰ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۷۳ - الخطط : جلد ۱ ص ۳۷۷

ابوالمحاسن : النجوم الزاہرۃ جلد ۱ ص ۴۱۵ - ابن دقماق

الانتصار لواسطۃ ص ۳۵

۲۱ : ابن دقماق : الانتصار لواسطۃ عقد الامصار جلد ۶ ص ۳۵

۲۲ : الخطط جلد ۱ ص ۳۷۷ - ابوالمحاسن : النجوم الزاہرۃ

جلد ۲ ص ۴۱۶

۲۳ : ذیل تاریخ دمشق ص ۱۴ - ابوالمحاسن : النجوم الزاہرۃ

جلد ۲ ص ۴۱۶ اور ص ۴۴۱ - مقریزی : الخطط جلد ۱

ص ۳۵۴

۲۴ : قلقشندی : صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشا جلد ۳ ص ۳۴۹

۲۵ : قائد جوہر نے امام معزؑ کے لئے جس شہر کی بنیاد ڈالی تھی اسے امام معزؑ کی نسبت سے قاہرہ معزیہ کہا جاتا تھا۔ ابنِ خلکان : وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۰۳ - اسے قاہرہ محروسہ بھی کہا جاتا تھا۔ کیونکہ اس کے شہر پناہ کی دیوار بہت اونچی تھی اور دروازے بہت بڑے تھے۔

۲۶ : The Story of Cairo Pg.123,127 & Precis d'Histoire Musulmane de L'Egypte.

۲۷ : قاہرہ جوہر کے تعمیر کردہ قاہرہ میں باب زویلہ نہیں تھا اس کا بعد میں اضافہ ہوا۔

۲۸ : یہ دونوں دروازے اب وہاں واقع نہیں ہیں جہاں قائد جوہر کے زمانے میں تھے۔

۲۹ : مقریزی : الخطط جلد ۱ ص ۳۷۲

The History of Cairo.

۳۰ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۷۴

۳۱ : یہ نیل کے ساحل پہ ایک جاگیر تھی جسے اُم دنین کہا جاتا تھا۔ اسے امام معزؑ نے بندرگاہ بنا لیا تھا۔ خلیفہ حاکمؑ نے وہاں جامع مقس تعمیر کی کیونکہ اس جگہ مکس اور عشارہ کا افسر رہتا تھا۔ اس لئے اُسے ، مکس کہا جانے لگا اور پھر یہ مکس بدل کر مقس ہو گیا۔ مکس ان درہموں کو کہا جاتا تھا جو بازاروں میں اجناس فروخت کرنے والوں سے وصول کئے جاتے تھے۔ (مقریزی : الخطط جلد ۲ ص ۱۲۱)

۳۲ : قاہرہ کی شہر پناہ تین بار تعمیر کی گئی۔ پہلے ۳۵۸ھ میں قائد جوہر کے عہد میں دوسری بار ۳۸۰ھ میں خلیفہ مستنصرؑ

کے عہد میں اور تیسری بار ۵۶۶ھ میں ملک الناصر صلاح الدین یوسف ابن ایوب کے عہد میں (مقریزی : الخطط جلد ۱ ص ۳۷۷) اس کو خلیفہ مستنصر کے وزیر بدرالجمالی نے منہدم کرا کے پتھروں سے بنوایا۔ (ابوالمحاسن جلد ۲ ص ۴۶۳)

۳۳ : Egypt in the Middle Ages Pg.112.

۳۴ : مقریزی : الخطط جلد ۱ ص ۱۰۹

۳۵ : " " جلد ۱ ص ۳۸۴

۳۶ : Art Musulmane Tome I, Pg.42

۳۷ : مقریزی : الخطط جلد ۱ ص ۴۰۷

۳۸ : ماہ رجب اور شعبان کے شروع اور درمیان کی چار راتیں۔ شیعہ ان دونوں مہینوں میں چند روز روزے رکھتے ہیں اور ان چار تاریخوں میں جشن مناتے ہیں۔

۳۹ : اس کو باب زہومہ اس لئے کہا گیا کہ وہاں سے گوشت کی بُو آتی تھی۔

۴۰ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۴۷

۴۱ : The Story of Cairo, Pg.128.

۴۲ : یہ ایک گنجان باغ تھا جو کافور نے لگایا تھا۔ اس کے بعد فاطمی اس کے مالک ہوئے۔ وہ اس مقام سے مغرب کی طرف واقع تھا جہاں اب سوق نحاسین واقع ہے۔

Art Musulmane, Tome I Pg.41.

۴۳ : الخطط جلد ا ص ۸۱

۴۴ : Cairo,Jerusalam and Damascus
S.Margotiouth

کا کہنا ہے کہ جو شہر پناہ بدر الجمالی نے بنائی تھی وہ شہر کی پیمائش سے ۶۰ ایکڑ زیادہ تھی۔

۴۵ : The Story of Cairo Pg.129

۴۶ : صبح الأعشی جلد ۳ ص ۳۵۲

۴۷ : مقریزی: الخطط جلد ا ص ۳۸۱

۴۸ : Precis d'Histoire Musulmane de L'Egypte Pg.36-37: and also see Quatre-Vingts Mosquees et Autres Monuments Musulmans du caire by Mme R.L.Devonshire, Pg.21

۴۹ : The Story of Cairo, Pg.125.

فصل ۲

جامع ازہر کی تعمیر

۲۰ھ/۶۴۰ء میں اسلام مصر میں داخل ہوا۔ پس مسلمانوں نے مسجدیں تعمیر کرنی شروع کر دیں۔ ان مسجدوں کی تعمیر کا مقصد محض دینی نہیں تھا۔ بلکہ ان کی تعمیر میں سیاسی اور سماجی مقاصد بھی کارفرما تھے۔ بعض مسجدیں قلعوں کی حیثیت بھی رکھتی تھیں۔ چنانچہ ان کی تعمیر میں اس بات کی رعایت بھی ملحوظ رکھی جاتی تھی کہ وہ کافی وسیع و عریض ہوں تاکہ ان میں فوج کا ایک بڑا حصہ سما سکے۔ اس کی بہترین مثال جامع ابنِ طولون ہے۔ جو مصر کی جامع مسجدوں میں تیسری تھی۔ جلد ہی یہ مسجدیں سیاسی اور مذہبی اغراض کے ساتھ علمی مقاصد کے لئے بھی استعمال ہونے لگیں اور ان میں عربی زبان و ادب اور اصول دین کے درس دیئے جانے لگے۔ ان مسجدوں میں ایک جامع ازہر ہے جس کو زبردست شہرت حاصل ہوئی اور جو اسلامی تعلیمات کا

مرکز بن گئی۔ صرف مصر ہی میں اس کو یہ مرکزیت حاصل نہیں تھی بلکہ وہ تمام دنیائے اسلام میں اسلامی تعلیمات کے مرکز کی حیثیت رکھتی تھی۔

ان مسجدوں میں جامع عمرو ابن عاص سب سے قدیم تھی۔ اس کی بنیاد فاتح مصر عمرو ابنِ عاص نے اسکندریہ سے واپس آتے وقت شہر فسطاط کی داغ بیل ڈالنے کے بعد رکھی تھی۔ اس مسجد کی تعمیر میں جو اولین مقصد اس کے پیشِ نظر تھا وہ یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسی مسجد بنائے جہاں وہ اپنے دینی فرائض ادا کر سکیں اور اس کا عمل اس طرزِ سیاست کے مطابق تھا جس پر مسلمان چلتے تھے۔ وہ ہر اس ولایت اور ملک کے دارالحکومت میں جسے وہ فتح کرتے ایک مسجد ضرور بناتے تھے۔

عمرو ابنِ عاص نے اپنی مشہور مسجد ۲۱ھ میں بنائی یہ مسجد مصر کی پہلی مسجد تھی۔ اس لئے اس کو "مسجد عتیق" یعنی (قدیم ترین مسجد)، "تاج الجوامع" اور "مسجدِ جامع" کہا گیا یہ مسجد قلعہ بابلیون کے شمال میں واقع ہے۔ قلعہ بابلیون میں اسلامی فتح کے وقت رومی فوج مقیم تھی۔ وہ پہلا شخص جس نے اس مسجد میں اضافہ کیا مسلمہ ابنِ مخلد انصاری تھا۔

۴۷ھ / ۶۲ھ جو امیر معاویہ کی طرف سے مصر کا والی تھا۔ اس نے اس مسجد کی چھت اور دیواروں کی آرائش کی اور اس کو مشرقی اور شمالی سمت میں وسعت دی اور جب عبدالعزیز ابنِ مروان (۶۵ھ - ۸۶ھ) میں اپنے بھائی عبدالملک ابنِ مروان کی طرف سے والیٔ مصر بنایا گیا۔ تو اس نے اس مسجد کو منہدم کرا دیا۔ اور اسے نئے سرے سے تعمیر کیا اور چاروں طرف سے اس میں وسعت پیدا کی [۲] یہ مسجد نمازیوں سے معمور رہنے لگی۔ لوگ وہاں روزانہ نماز پڑھنے آتے تھے۔

اسٹینلے لین پول کہتا ہے کہ:

مصریوں کے نزدیک اس مسجد کو ایک عظیم مذہبی اہمیت حاصل تھی۔ قاہرہ کے باشندے آخری جمعے کی نماز اب تک اس مسجد میں پڑھنے کے آرزو مند رہتے ہیں [۳]۔ اب اس کی قدیم عمارت کا کوئی حصہ باقی نہیں ہے۔ عمرو ابنِ عاص نے اس کو کچی اینٹوں سے تعمیر کرایا تھا اس کی تاریخی اہمیت دراصل اس مقام کی وجہ سے ہے جس پر مصر کی پہلی مسجد تعمیر ہوئی تھی [۴]

جب خلافت عباسیوں کے حصے میں آئی تو صالح ابن علی نے شہر عسکر کی بنیاد رکھی اور ۱۶۹ھ/۷۸۵ء میں فضل ابن صالح نے مسجد عسکر بنائی جو مصر کی جامع مسجدوں میں شامل ہو گئی۔ یہ شہر کے بیچوں بیچ دارالامارہ کے قریب واقع تھی۔ اس کے بعد عبداللہ ابن طاہر نے جو مامون رشید کی طرف سے مصر کا والی تھا اس میں اضافہ کیا۔ شہر ویران ہو گیا اور اس کے آثار اور اس کی باقیات کو فاطمی خلیفہ مستنصر باللہ کے وزیر بدر الجمالی نے قاہرہ میں منتقل کر دیا۔ تاکہ یہ سامان وہاں کی تعمیرات میں کام آئے لیکن یہ مسجد اپنی جگہ قائم رہی۔[۵]

پھر دولتِ طولونیہ کا دور آیا۔ پس احمد ابن طولون نے ۲۶۳ھ میں جبلِ یشکر کے اوپر موجودہ قاہرہ کے جنوب اور شہرِ عسکر کے شمال میں ایک مسجد تعمیر کی جو اسی کے نام سے معروف و مشہور ہوئی (یعنی مسجد ابن طولون) اس مسجد کی تعمیر کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مسجد عسکر میں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ اس میں نمازی سما سکیں۔ کیونکہ احمد ابن طولون کے لشکر اس کے خدام اور غلاموں کی تعداد بہت تھی۔ اس کے علاوہ ابن طولون کا ایک مقصد یہ تھی

تھا کہ وہ مسجد تعمیر کر کے ثواب حاصل کرے۔

منصور لاچین نے ۶۹۶ھ میں اس کی مرمت اور تزئین و آرائش کی کیونکہ اس نے ملک الاشرف برسبائی کو قتل کرنے کے بعد اس مسجد میں پناہ لی تھی۔ اور منّت مانی تھی کہ اگر خدا نے اس کی جان بچائی تو وہ اس مسجد کو تعمیر کرے گا۔ چنانچہ اس نے یہ منّت پوری کی اور اسے تعمیر کرایا اور اس کی رونق اور شان کو تازہ کر دیا۔ اس نے اس مسجد کے لئے جاگیریں وقف کیں اور وہاں منقولات کی تعلیم و تدریس کا انتظام کیا۔[6]

یہ مسجد اسلامی مصر کی وہ قدیم ترین یادگار ہے جو آج بھی اسی حالت میں باقی ہے۔ اس مسجد کے سوا شہر قطائع کے تمام آثار اور تمام عمارتیں فنا ہو گئیں۔ اور یہ اس وقت ہوا جب عباسی خلیفہ مکتفی کا سپہ سالار ابن سلیمان کاتب مصر میں داخل ہوا۔ اور اس نے عباسی خلیفہ کے حکم سے شہر میں آگ لگوا دی۔ مسجد اس لئے رہ گئی کہ اس کی تعمیر میں گچ اور راکھ کا مسالہ اور آگ میں پکی ہوئی اینٹیں استعمال کی گئی تھیں۔ (اس مسجد کے بانی) علی ابن طولون نے اپنے ساتھیوں سے یہ کہا تھا کہ:

"میں ایک ایسی عمارت تعمیر کرنا چاہتا ہوں
کہ اگر مصر جل بھی جائے یا غرق بھی ہو جائے
تب بھی وہ عمارت باقی رہے"۔
تو اس کو اس سامان اور مسالے کے استعمال کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا[۸]۔

اس کے بعد خلافتِ فاطمیہ کا دور آیا۔ اور ۳۵۸ھ میں فاطمیوں کے سپہ سالار جوہر صقلی نے مصر کو پوری طرح فتح کر لیا اور وہ جس رات مصر (فسطاط عسکر) میں داخل ہوا اسی رات اس نے قاہرہ کی بنیاد رکھ دی کہ وہ (قاہرہ) ایک مضبوط قلعے کی طرح ہو۔ اور اس کے لشکر اور اس کے مغربی مددگاروں کے لئے پناہ گاہ بن سکے اور اسے قرامطہ کے فتنہ و فساد سے محفوظ رکھے۔ اس وقت مصر میں سُنّی مذہب پھیلا ہوا تھا۔ جوہر نے اپنی بُردباری اور دور اندیشی کے باعث اس بات کو قرینِ مصلحت نہیں سمجھا کہ شیعہ عقائد اور شعائر کو لے کر سُنّیوں کی مسجدوں پر چڑھ دوڑے۔ ان شعائر میں سے ہم حسبِ ذیل عبارت کو بطورِ مثال پیش کرنے کے لئے چن رہے ہیں۔

"السلام علی الائمۃ آباء امیر المؤمنین المعز لدین اللہ"

فاطمی یہ عبارت خطبے میں پڑھا کرتے تھے۔ چونکہ جوہر مصریوں کی مذہبی حمیت اور عصبیت کو بھڑکانا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے شر پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کو رفع کرنے کا انتظام کر لیا۔ اور ایک مسجد بنائی جس میں شیعہ مذہب کے مطابق فرائض اور شعائر ادا کئے جانے لگے۔ چنانچہ اس نے ہفتے کے دن ۴ رمضان ۳۵۹ھ/ ۹۷۰ء میں جامع ازہر کی تعمیر شروع کرا دی۔ تقریباً دو سال میں یہ مسجد بن کر تیار ہو گئی۔ اس میں ۷ رمضان ۳۶۱ھ/ ۲۲ جون ۹۷۲ء میں پہلی بار نماز پڑھی گئی[9]۔

جامع ازہر وہ پہلی مسجد ہے جو قاہرہ معزیہ میں تعمیر ہوئی۔ یہ دنیائے اسلام کی مشہور ترین مسجد اور ایک عظیم ترین یونیورسٹی ہے۔ جہاں دینی اور عقلی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے اور جہاں تمام دنیائے اسلام کے طلبہ علم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں[10]۔

اس مسجد کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں مورخین کی مختلف رائے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ کیونکہ اس کو چاروں طرف سے "قصور زاہرہ" یعنی شاندار و درخشاں محلات گھیرے ہوئے ہیں۔ وہ محلات جو قاہرہ کی تعمیر کے وقت بنائے گئے

تھے اس لیئے اس کو "الازہر" کہا گیا ہے۔ دوسرے گروہ کا خیال یہ ہے کہ یہ نام نیک شگون کی خاطر رکھا گیا تھا تا کہ اسے علوم کی رونق اور گرم بازاری کے باعث ایک عظمت وشان حاصل ہو۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ چونکہ فاطمی حضرت فاطمہ زہراؓ کی اولاد تھے۔ اس لیئے انہوں نے اپنی دادی (حضرت فاطمہ زہراؓ) کے نام کی تعظیم کے پیش نظر اس کا نام "ازہر" رکھا۔ جامع ازہر دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ ایک وہ حصّہ ہے جسے نماز کے لیئے پاٹ دیا گیا ہے یہ مقصورہ کہلاتا ہے۔ دوسرا حصہ وہ ہے جو پٹا ہوا نہیں ہے یعنی صحن۔ ان کے علاوہ مسجد سے متعلقہ عمارتیں ہیں یعنی منارے اور حوض و حمام وغیرہ۔ جوہر نے اس میں ایک بہت بڑا مقصورہ بنایا تھا جس میں سنگِ مرمر کے ۷۶ ستون تھے جو ایک دوسرے کے محاذ میں واقع تھے۔ ۱۶۷ھ میں امیر عبدالرحمٰن کتخدا نے ایک اور مقصورہ تعمیر کیا جس میں سنگ مرمر کے ۵۰ ستون تھے۔ اس طرح مسجد میں دو مقصورے ہو گئے جن کے ستونوں کی مجموعی تعداد ایک سو چھبیس (۱۲۶) تھی۔ اور جب اس تعداد میں ان ستونوں کا اضافہ ہو گیا جو مسجد کی متعلقہ عمارتوں میں تعمیر کیے گئے تھے تو ان کی مجموعی تعداد تین سَو پچھتر (۳۷۵) ہو گئی۔ دوسرا

مقصورہ قائتبائی کے تعمیر کئے ہوئے مقصورے سے نصف ہاتھ اونچا ہے۔ دونوں مقصوروں کی چھتیں مضبوط لکڑی کی بنی ہوئی ہیں اور یہ دونوں ملی ہوئی ہیں۔ ان دونوں میں ہوا اور روشنی کے لئے روشندان بنے ہوئے ہیں۔ مسجد کا صحن کھلا ہوا ہے۔ اور وہ کافی وسیع و عریض ہے۔ اس میں پتھر کا فرش ہے۔ طلبہ جاڑے کے موسم میں دھوپ کی وجہ سے اس صحن میں بیٹھتے ہیں۔ اور گرمیوں میں رات کو اسی صحن میں سوتے ہیں۔ جب دونوں مقصورے نمازیوں سے بھر جاتے ہیں تو صحن میں صفیں لگ جاتی ہیں۔ صحن کے چاروں طرف حجرے ہیں جو سنگ مرمر کے ستونوں پہ قائم ہیں اور ان کی دیواروں پر خوبصورت کوفی خط میں آیات قرآنی نقش ہیں!!۔

قائتبائی نے مسجد کے قدیم مقصورے میں ایک محراب بنوائی تھی جو اب "قبلۂ قدیمہ" کہلاتی ہے پھر اس میں نو اور محرابیں بنائی گئیں۔ ان محرابوں میں سے صرف چھ محرابیں باقی بچیں جن میں دو سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ ایک قدیم مقصورے میں ہے اور دوسری جدید مقصورے میں ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک امام مخصوص ہے ان دونوں کا مسلک ایکدوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔

مسجد میں لکڑی کا بنا ہوا ایک خوبصورت منبر ہے، ایک خاص خطیب مقرر ہے جو جمعوں اور عیدوں میں خطبہ دیتا ہے۔ وہ اصل منبر جو قائد جوہر نے بنوایا تھا۔ جامع حاکم میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

جامع ازہر کی تعمیر کے وقت صرف ایک منارہ بنایا گیا تھا۔ اس کے بعد پانچ منارے بن گئے ہیں۔ جن پر روزانہ پانچوں وقت نیز رمضان کی راتوں اور خاص موقعوں پر اذان دی جاتی ہے۔ نماز کے وقت کا اندازہ لگانے کے لیے ایک شخص مقرر تھا جو میقاتی کہلاتا تھا۔ یہ شخص دھوپ گھڑی سے وقت کا اندازہ لگاتا تھا۔ یہ دھوپ گھڑی جامع ازہر کے صحن کی ایک دیوار میں اب تک لگی ہوئی ہے۔ تمام مسجدوں میں جامع ازہر کی اذان کی پیروی کی جاتی تھی۔

امام معزؑ جمعے کے دن اپنے خدم وحشم کے ساتھ جامع ازہر جاتے اور نماز پڑھاتے تھے۔ ان کے بعد دوسرے فاطمی خلفاء نے ان کی پیروی کی۔ مقریزی کہتا ہے کہ[12]:

امام عزیزؑ فاطمی وہ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے جامع ازہر کو مسجد کی جگہ دارالعلوم کی حیثیت دی۔ وہی وہ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے جامع

از ہر میں پڑھنے والے طلبہ کے لئے وظیفے جاری کئے اور ان کے لئے قیام گاہیں تعمیر کرائیں۔"

حوالہ جات

۱؎ : ابن دقماق : الانتصار لواسطۃ جلد ۴ ص ۵۹

۲؎ : مقریزی : الخطط جزء ۲ ص ۲۶۴ - ۲۶۵

۳؎ : The Story of Cairo Pg.44

۴؎ : Quatre-Vingts Mosquees et Autres Monuments Musulmans du Caire, by Mme R.L.Devonshire Pg.10

۵؎ : مقریزی : الخطط جزء ۲ ص ۲۶۴ - ۲۶۵

۶؎ : ابن دقماق : الانتصار لواسطۃ جلد ۴ ص ۱۲۲ - ۱۲۴

۷؎ : ایضاً " " " "

۸؎ : مقریزی : الخطط جلد ۲ ص ۲۶۷

۹؎ : مقریزی : الخطط جلد ۲ ص ۲۷۳ قلقشندی صبح الاعشیٰ جلد ۳ ص ۳۶۴

The Story of Cairo Pg.128.

۱۰؎ : Quatre-Vingts Mosquees du Caire; Pg.11 and also see Art Musulman, Tome I Pg.41.

۱۱ : Precis d'Histoire Musulmane de L'Egypte Pg.42

۱۲ : الخطط جلد ۱ ص ۲۷۳

*

باب ۵

امام معزؑ کے آنے کے مصر میں قائد جوہر کی زندگی

فصل ۱

امام معزؑ کا مصر میں آنا

قائد جوہر نے چار سال تک مصر پر بہ نفس نفیس حکومت کی۔ یعنی ۳۵۸ھ میں مصر فتح کرنے کے بعد سے ۳۶۲ھ تک[1]۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ[2]:

جب مصر اور شام اور حجاز فاطمیوں کے قبضے میں آگئے اور ان کے منبروں پر امام معزؑ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا تو جوہر نے خطوط کے ذریعے امام معزؑ سے استدعا کی کہ وہ مصر آکر وہاں کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ جب امام معزؑ نے سمجھ لیا کہ ان کی حکومت کی بنیادیں مشرق میں

مستحکم ہو چکی ہیں تو وہ مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

امام معزؑ ۲۱ شوال ۳۶۱ھ / ۱۵ اگست ۹۷۲ء میں پیر کے دن مصر روانہ ہونے کے لئے منصوریہ سے نکلے اور سردانیہ پہنچ گئے۔ وہاں کچھ دن قیام کیا یہاں تک کہ ان کے اصحاب اور معتقدین وہاں آکر جمع ہو گئے۔ یہیں بلقین ابن زیری۔ ابن مناد صہناجی کو افریقیہ کی ولایت کا پروانہ عطا کیا گیا۔ یہ بدھ ۲۲ ذی قعدہ ۳۶۱ھ / ستمبر ۹۷۲ء کا ذکر ہے۔ امام معزؑ نے افریقیہ کے باشندوں کو صہناجی کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا۔ ۳؎

۵ صفر ۳۶۲ھ کو جمعرات کے دن امام معزؑ نے وہاں سے کوچ کیا اور براہ راست برقہ پہنچے اور وہاں سے مصر آئے ۴؎۔ وہ اپنے ارکین حکومت کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ جس میں ان کی اولاد، رشتہ دار اور چچا شامل تھے اسکندریہ میں داخل ہوئے۔ وہ گھوڑے پر سوار تھے۔ یہ روز ہفتہ ۲۲ شعبان ۳۶۲ھ / ۱۹ مئی ۹۷۳ء کا واقعہ ہے۔ ان کے ساتھ ان کے بزرگوں امام مہدیؑ، امام قائمؑ اور امام منصورؑ کی میتیں تھیں ۵؎۔ ملک کے بڑے لوگوں

نے ان کا استقبال کیا۔ قاضیٔ مصر ابو طاہر استقبال کرنے والوں کا پیش رو تھا۔ منارے کے قریب امام معزؑ نے جلوس فرمایا اور ان لوگوں کے سامنے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ:

"میں اضافۂ ملک و دولت کے لئے مصر میں داخل نہیں ہوا میرا مقصد حق، حج اور جہاد کو قائم کرنا ہے۔ اور مجھے اپنی زندگی نیک اعمال کے ساتھ بسر کرنی ہے میں انہیں باتوں پہ عمل کروں گا جن کا میرے جدِّ بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰؐ نے حکم دیا ہے۔"

پھر امام معزؑ نے ایک طویل وعظ کیا یہاں تک کہ اس وعظ کو سُن کر بعض لوگ رو پڑے۔ پھر امام معزؑ نے قاضی اور اس کے ساتھیوں کو خلعت عنایت کیا۔ اور ان کو اپنی سواریوں پہ سوار کرکے رخصت فرمایا۔[6]

امام معزؑ نے ماہِ شعبان ۳۶۲ھ کے آخر میں اسکندریہ سے کوچ کیا اور دوسری رمضان کو جیزہ پہنچے۔ قائدِ جوہر ان کے استقبال کے لئے باہر آیا اور پاپیادہ ان کی خدمت

میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے پہنچ کر زمین کو بوسہ دیا۔ وزیر ابوالفضل جعفر ابنِ فرات بھی امام معزؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امامؑ نے جیزہ میں تین دن قیام کیا۔ اس دوران میں ان کا لشکر اپنے ساز و سامان کے ساتھ مصر کے ساحل پر اترتا رہا۔ پانچویں رمضان ۳۶۲ھ کو منگل کے دن امام معزؑ نے نیل کو عبور کیا اور فسطاط کی طرف سے گذرے بغیر قاہرہ میں داخل ہو گئے۔ اگرچہ اہلِ فسطاط نے اس خیال سے کہ امام معزؑ ادھر سے گذریں گے شہر کو خوب سجایا تھا اس اثنا میں قاہرہ کے لوگ ان سے ملنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔[۷]

امام معزؑ جب قاہرہ پہنچے منگل ۷ رمضان ۳۶۲ھ کو اس قصر میں داخل ہوئے جو قائد جوہر نے ان کے لئے بنوایا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ سجدے میں گر پڑے۔ پھر انہوں نے قصر کے ایک وسیع حجرے میں دو رکعت نماز پڑھی۔ جو لوگ ان کے ساتھ تھے انہوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور اس وقت سے مصر دارالخلافہ قرار پایا۔ جب کہ اب تک اس کو دارالامارہ کی حیثیت حاصل تھی۔[۸] اور قیروان کی جگہ قاہرہ اس عظیم الشان اور وسیع و عریض خلافت کا مرکز

قرار پایا۔ لیکن مہدیہ کی جگہ قاہرہ کو دار الخلافہ بنانے کے باعث فاطمیوں نے افریقیہ (تونس) کو کھو دیا۹ چنانچہ ایک بربری قبیلے صنہاجی کے شیخ بلکین نے جلد ہی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور ۳۶۲ھ میں دولتِ زیریہ کی بنیاد ڈال دی اور ۳۹۸ھ میں حمادیین بھی اس کے نقشِ قدم پہ چلے۔ اور خلیفہ مستنصر کے عہد میں شمالی افریقیہ کے امیروں اور سرداروں کو پوری طرح خود مختاری حاصل ہو گئی۔ ۴۴۴ھ میں آخر کار یہ ملک فاطمیوں کے قبضے سے نکل گیا۱۰

امام معز لدین اللہؑ کے ساتھ ان کی اولاد، مقربین خدمت گار اور غلام بھی قصر میں مقیم ہوئے۔ اس قصر میں مال و دولت، زر و جواہر، ملبوسات، فرش فروش، ظروف اور اسلحہ غرض وہ تمام چیزیں موجود تھیں جن کی شاہوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ پہلے اس قصر میں قائد جوہر کا قیام تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ امام معزؑ جیزہ تک آگئے ہیں تو اس نے قصر کو امامؑ کے لئے چھوڑ دیا۔ جوہر نے اس لباس کے سوا جو وہ پہنے ہوئے تھا قصر کی کوئی چیز بھی نہیں لی۔ قصر سے رخصت ہونے کے بعد اس نے اپنے ذاتی مکان میں قیام کیا۱۱۔ جس دن امام معز پہنچے ہیں

اس کے دوسرے دن مصر کے اشراف، قاضی، علماء اور بڑے لوگ ان کو مبارک باد دینے اور ان کی تشریف آوری کے جشن میں شرکت کے لئے اپنے اپنے گھروں سے نکلے۔

امام معزؑ نے ۱۵ رمضان کو اس قصر کے جدید ایوان میں تخت پر جلوس فرمایا۔ یہ تخت قائد جوہر نے سونے سے تعمیر کروایا تھا۔ پھر امام معزؑ نے لوگوں کو شرفِ باریابی بخشا۔ چنانچہ پہلے اشراف باریاب ہوئے۔ پھر حکام اور والی، پھر شہر کے دوسرے لوگ باریاب ہوئے۔ اس دوران جوہر امام معزؑ کے سامنے ایستادہ رہا۔ وہ ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کو خلیفہ کے حضور پیش کرتا رہا[۱۲]۔ اس کے بعد جوہر نے خلیفہ کے حضور اپنا ہدیہ پیش کیا۔ مقریزی نے ابنِ ذولاق سے روایت نقل کرتے ہوئے بتایا ہے کہ:

"یہ ہدیہ ایک سو پچاس گھوڑوں پر مشتمل تھا جو زینوں اور لگاموں سے آراستہ تھے۔ ان لگاموں اور زینوں میں سے کچھ تو مرصع اور مطلاّ تھیں۔ اور کچھ جواہر نگار تھیں۔ ان میں سے دیبا کی

اکتیس ۳۱ زینیں اور لجامیں اونٹوں پہ
بار تھیں۔ ان کے علاوہ کچھ اونٹوں پہ
پٹکے اور فرش فروش تھے۔ نو اونٹنیاں
حریرے سے لدی ہوئی تھیں۔ تینتیس ۳۳ خچر
تھے۔ جن میں سات زینوں اور لجاموں
سے آراستہ تھے۔ نیز ایک سو تیس خچر اور
نوّے اصیل گھوڑے سواری کے لئے تھے۔
چار جابی دار صندوق تھے جن میں سونے
چاندی کے ظروف رکھے تھے۔ سو تلواریں تھیں
جن پر سونے چاندی کا کام تھا۔ چاندی کی
صندوقچیاں تھیں جن میں موتی بھرے ہوئے
تھے۔

ایک سو نو جامہ دان اور تخت تھے۔ ان
میں نادر چیزیں تھیں اور مصر کے وہ ذخیرے
تھے جو قائد جوہر نے اپنے آقا کے لئے فراہم
کئے تھے۔ ۱۳

جب جوہر اپنا ہدیہ پیش کر چکا تو ابو جعفر
ابن عبید اللہ حسینی اٹھا اور اس نے امام معزؑ

کی خدمت میں اپنا ہدیہ پیش کیا۔ یہ گیارہ ٹوکرے تھے جن میں تونہ[14] تینس[15] اور دمیاط کی اجناس و اشیاء تھیں[16] ان کے علاوہ گھوڑے اور خچر تھے۔ ہدیہ پیش کر کے اس نے کہا۔ "میری خواہش تھی کہ امام معز لدین اللہؑ اس میں سے کوئی کپڑا زیبِ تن فرماتے یا ان عماموں میں سے کوئی عمامہ باندھتے۔ ایسا لباس کبھی کسی خلیفہ کے لیئے تیار نہیں کیا گیا[17]

جب ہدیئے پیش کرنے والوں نے اپنے ہدیئے پیش کر دیئے تو امام معزؑ نے ان لوگوں کو اذنِ حضوری مرحمت فرمایا۔ جو تخت نشینی کی مبارکباد دینے آئے تھے اور ان تمام اخشیدیوں اور کافوریوں کو رہا کر دینے کا حکم صادر کیا جنہیں جوہر نے قید کر دیا تھا۔ ان کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔"

عید فطر کے دن امام معزؑ جامع ازہر گئے اور اپنے

خدام و حشم کے ساتھ وہاں پہنچے ان کے پیچھے داہنی طرف کو ابو جعفر مسلم علوی کی نشست تھی۔ امام معزؑ نے عید کی نماز پڑھائی۔ یہ مکمل اور طویل نماز تھی پہلی رکعت میں انہوں نے الحمد اور "ہل اتاک حدیث الغاشیہ" پڑھی اور قرائت کے بعد تکبیر کہی اور رکوع و سجود کو کافی طول دیا۔ قاضی نعمان ابن محمد ان کی تکبیر کو با آواز بلند دہراتا تھا۔ دوسری رکعت میں بھی انہوں نے پھر الحمد اور سورۃ الضحیٰ کی تلاوت کی اور تلاوت کے بعد پھر تکبیر کہی اور یہ ان کے جد حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی نماز تھی۔ دوسری رکعت میں بھی انہوں نے رکوع و سجود کو طول دیا۔ ابن ذولاق کہتا ہے کہ میں نے امام معزؑ کی امامت میں ہر رکعت اور سجدے میں تیس[۳۰] سے کچھ زیادہ ہی مرتبہ تسبیح کی۔ امام معزؑ نے ہر سورے میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی بالجہر قرائت کی اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو منبر پر گئے قائد جوہر، عمار ابن جعفر اور شفیع چتر بردار ان کے ساتھ تھے۔ منبر پر انہوں نے خطبہ دیا۔ اور ایسا خطبہ کہ لوگ رونے لگے۔ پھر وہ اپنے لشکروں میں گئے [۱۸]۔ جب وہ قصر میں پہنچے تو لوگوں کو اپنے ساتھ کھانا کھانے کو بلایا جنہوں نے تاخیر کی ان پر برہم ہوئے اور جنہوں نے عید کا روزہ رکھا

تھا انہیں تنبیہہ کی۔

امام معزؒ نے قائد جوہر کو ایک مطلا خلعت اور عمامہ عنایت کیا اور اس کی کمر میں تلوار باندھی، نیز بیس گھوڑے زین اور لجام سے آراستہ انعام میں دیئے اور پچاس ہزار دینار اور دو لاکھ درہم مرحمت فرمائے۔ امام معزؒ نے یہ تحفے جوہر کی فتوحات اور کامیابیوں کے اعتراف میں اور اس قیمتی ہدیے کی قدر افزائی کے طور پر مرحمت کیے تھے جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

جب امام معزؒ عید الفطر کے جشن سے فارغ ہو گئے تو مقس گئے اور مقس کا بحری بیڑا دیکھا۔ اور اس کی حفاظت کی دعائیں پڑھیں۔ اور جوہر اور قاضی نعمان کو اس بیڑے پر مامور کیا۔ پھر وہ قصر میں لوٹ آئے[19]۔ ہمیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جوہر کو اس وقت تک وہی اقتدار اور وہی اثر و نفوذ حاصل تھا جو اسے امام معزؒ کے مصر آنے سے پہلے تک حاصل تھا۔

۳۶۲ھ میں امام معزؒ کے مصر آنے تک جوہر ہی مصر کے تمام امور کا والی تھا۔ امام معزؒ نے مصر آنے کے بعد تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ مگر یہ کہ جوہر امام معزؒ کے

ساتھ رہا۔ اور ملکی معاملات کے سلسلے میں ان کی مدد کرتا رہا جس قسم کی اصلاح کی ضرورت ہوتی تھی وہ اس کا مشورہ دیتا تھا۔

حوالہ جات

۱ : ابن خلکان: وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۲۰ -
۲ : ایضاً " " جلد ۲ ص ۱۰۲ -
۳ : ایضاً " " جلد ۲ ص ۱۰۸ -
۴ : ایضاً " " جلد ۲ ص ۱۰۲ -
۵ : Precis d'Histoire Musulmane de L'Egypte Pg.33 and also see Art Musulman, Tome I Pg.41.

۶ : ابنِ خلکان وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۰۲
۷ : Art Musulman, Tome I Pg.41
۸ : مقریزی: اتعاظ الحنفا ص ۸۹ - مزید دیکھیں:
۹ : The Mohammadan Dynasties Pg.39 by Stanley Lane-Poole.
-ibid- Pg.71.

۱۰ : -ibid- Pg.3

۱۱ : ابن خلکان : وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۲۰ -

۱۲ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۹۰ تا ۹۲ -

۱۳ : مقریزی : الخطط جلد ۱ ص ۳۵۸ - ۳۸۶ - اتعاظ الحنفا ص ۹۱

Art Musulman Tome I Pg.42.

۱۴ : تینس اور دمیاط کے قریب ایک جزیرہ ہے -

۱۵ : فرما اور دمیاط کے درمیان ایک جزیرہ ہے -

۱۶ : یہ شہر اس زمانے میں قسم قسم کی مصنوعات کے لئے مشہور تھے اور اس صنعت میں ان کو عالمی شہرت حاصل تھی - چنانچہ تونہ کے کپڑوں کی مثال پیش کی جاتی تھی - تونہ میں کبھی کبھی غلاف کعبہ بھی تیار ہوتا تھا - اس طرح تینس کے دستکار رنگین کپڑے اور نادر فرش بنانے میں مشہور تھے اور اہل دمیاط قلمونی پارچہ جات کی صنعت میں شہرۂ آفاق تھے - یہ صنعت انہوں نے یونانیوں سے حاصل کی تھی - قلمونی کپڑا ایک خاص قسم کا رنگ برنگا اور چمکیلا کپڑا ہوتا تھا - جب اس پر سورج کی کرنیں پڑتی تھیں تو وہ

جھل جھل کرتا تھا۔ یاقوت نے دمیاط، اور تنیس کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں کے کپڑا بننے والے قبطی تھے۔

۱۷؎ : مقریزی : اتعاظ الحنفا ص ۹۱ -

۱۸؎ : ایضاً " " ص ۹۱ -

فصل ۲

شام میں فاطمی اقتدار کو مضبوط کرنا

ہم بیان کر چکے ہیں کہ شام میں افتکین اور قرامطہ زبردست خطرہ بن گئے تھے اور معاملہ امام معزؑ کے قابو میں نہیں رہا تھا۔ اب ہم یہ بیان کریں گے کہ افتکین اور قرامطہ کے قائد حسن کا کس طرح فیصلہ کیا گیا۔ اور شام کس طرح دوبارہ فاطمیوں کے قبضہ میں آ گیا۔

امام معزؑ نے ربیع الاوّل ۳۶۵ھ / ۹۷۵ء میں وفات پائی۔ ان کے بعد ان کے فرزند امام عزیزؑ ان کے جانشین ہوئے۔ انہوں نے افتکین کو ایک خط لکھا جس میں اس کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ اگر تم نے دمشق خالی کر دیا تو تمہیں اس نیک بدلہ دیا جائے گا۔ افتکین نے اس خط کا بہت سخت جواب دیا۔ اور لکھا کہ:

"اس شہر کو میں نے اپنی تلوار سے فتح کیا ہے

اور میں اس میں کسی کی اطاعت نہیں
کروں گا اور نہ کسی کی بات قبول کروں گا۔" [1]

امام عزیزؒ کو یہ جواب بہت ناگوار گذرا انہیں افتگین پر بہت غصہ آیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے وزیر یعقوب ابنِ کلس سے مشورہ کیا۔ یعقوب نے مشورہ دیا کہ:

"لشکروں کی سپہ سالاری جوہر کے سپرد کردی جائے تاکہ وہ دمشق پر حملہ کر کے افتگین کو وہاں سے بزور نکال باہر کرے۔"

خود امام عزیزؒ نے بھی جوہر کی ذات میں اس شخص کو پالیا جس پر پوری طرح تکیہ کیا جاسکتا تھا۔ اور شام کے معاملات اور امور کے استقرار اور وہاں فاطمی اقتدار کے استحکام کے سلسلے میں جس پر اعتماد کیا جاسکتا تھا۔ جس طرح کہ امام معزؒ نے مصر کی فتح کے سلسلے میں اس پر اعتماد اور تکیہ کیا تھا۔ دراں حالیکہ دوسرے خلفاء اور دوسرے سپہ سالاروں سے یہ مہم سر نہ ہوسکی تھی۔ اب امام عزیزؒ کے لئے بھی جوہر کی وہی حیثیت تھی۔

۳۶۶ھ میں ایک عظیم الشان لشکر جوہر کی قیادت میں افتگین اور قرامطہ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

قرامطہ رملہ میں تھے کہ انہیں اس لشکر کے روانہ ہونے کی اطلاع ملی۔ وہ وہاں سے بھاگ کر احساء چلے گئے۔ پس جوہر رملہ میں داخل ہو گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

جب افتکین کو خبر ہوئی کہ جوہر نے رملہ پہ قبضہ کر لیا ہے اور اب دمشق کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس نے اہلِ دمشق کی غیرت و حمیت کو جوش دلایا۔

ظاہر ہے کہ افتکین اپنی اس سیاست میں کامیاب ہو گیا اور اہلِ شام نے اس پر اپنے اعتماد کی تجدید کر دی اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے جو انہوں نے اس خطبے کے جواب میں کہی اور وہ یہ کہ :

"کیا ہم نے اس کی بجائے کہ تم ہمیں چھوڑ کر
چلے جاؤ تمہیں اپنا رہنما اور امیر نہیں بنایا
کیا ہم نے تمہاری مدد کرنے میں کوتاہی کی؟
ہم تمہاری خاطر اپنی جانیں لڑا دیں گے۔"

جوہر افتکین کے لئے امان نامہ، انگوٹھی اور امام عزیزؒ کے ملبوسات کا ایک جوڑا اور افتکین کی تقصیر کا معافی نامہ لے کر آیا تھا۔ جب وہ رملہ پہنچا تو اس نے بہت نرم اور مہربان لہجے میں افتکین کو ایک خط اور اس

میں امام عزیزؒ کے امان نامے کا ذکر کیا اور اسے مطلع کیا کہ خلیفہ نے اس کے لئے تحفے مخصوص کئے ہیں۔ جوہر نے اس خط میں اشارۃً یہ تحریر کیا تھا کہ فتنے کو چھوڑ دو تاکہ امن لوٹ آئے۔ افتکین نے جواب میں لکھا کہ میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے امام عزیزؒ کے حضور میرے حق میں بہترین کوشش کی اور میں معذور ہوں کہ اہل دمشق تمہارے خط کے مضمون کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔

پھر افتکین عکہ سے روانہ ہوکر طبریہ میں اپنے ساتھیوں سے جا ملا اور جوہر سے جنگ کرنے کی تیاری میں حوران اور بثنیہ سے فوجیں جمع کرنے میں لگ گیا اور پھر دمشق میں داخل ہوکر قلعہ بند ہو گیا۔

جوہر نے ۲۲ ذی الحجّہ ۳۶۶ھ کو دمشق چھوڑا پھر اس نے ایک حصارہ تعمیر کیا جس میں اس کی فوج سما سکے۔ اس میں ایک بہت بڑی خندق کھدوائی۔ پھر افتکین نے جنگ کرنے کے لئے لشکر جمع کیا اور اس کے اور جوہر کے درمیان طویل لڑائیاں ہوئیں۔ اور انجام کار ۱۱ ربیع الاوّل ۳۶۶ھ میں افتکین کو شکست ہوئی۔ حالانکہ اس نے جرأت اور شجاعت کا مظاہرہ کیا جس کو دیکھ کر اہلِ دمشق حیران رہ

گئے۔ اہل شام نے اس کو مشورہ دیا کہ وہ حسن قرمطی سے خط و کتابت کر کے مغاربہ کے مقابلے میں مدد حاصل کرے۔ حسن قرمطی نے افتکین کی اس درخواست کو منظور کر لیا اور دمشق کی طرف چلا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جوہر یہ بات نہیں بھولا تھا کہ ۳۶۰ھ میں جعفر اور قرامطہ کے درمیان جو لڑائی ہوئی تھی اس میں جعفر کا کیا انجام ہوا تھا۔ لہٰذا اس نے دمشق سے لوٹ جانے اور صلح کر لینے کی خواہش ظاہر کی۔ خاص طور پر اس لئے کہ وہ دیکھ رہا تھا کہ رسد کے سرچشمے خشک ہو گئے ہیں، غذا کا حصول دشوار ہو گیا ہے اور لشکر کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ اس سے ہمیں قرامطہ کی قوت اور ان کے جنگی نظم اور نفوذ کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جوہر ایسا عظیم سپہ سالار صرف ان کے آنے کی خبر سن کر میدانِ جنگ سے لوٹ جانا اور صلح کر لینا چاہتا تھا۔

افتکین نے جوہر کی بات مان لی اور جوہر ۳ ر جمادی الاول ۳۶۶ھ میں دمشق سے روانہ ہو گیا اور چونکہ قرامطہ قریب پہنچ چکے تھے اس لئے اس نے واپس ہونے میں عجلت اور تیزی سے کام لیا اور طبریہ چلا گیا۔

جب قرامطہ کے قائد حسن قرمطی کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ اس کی طرف چلا۔ اس وقت تک جوہر طبریہ سے رملہ کی طرف کوچ کر چکا تھا۔ حسن نے اس سے جنگ کرنے کے لئے فوج کا ایک دستہ روانہ کیا فریقین کے درمیان سخت جنگ ہوئی جس میں بہت سے عرب کام آئے۔ پھر حسن خود روانہ ہوا۔ افتکین اس کے ساتھ چلا۔ پچاس ہزار سے بھی زیادہ شامی ان کے ساتھ تھے۔ وہ دمشق سے تین فرسخ کے فاصلے پر دریائے طواحین پر خیمہ انداز ہوئے جو اس علاقے میں پانی کا واحد گھاٹ تھا۔

جب جوہر نے دیکھا کہ افتکین پانی پر قابض ہو گیا ہے اور اب اس کے لئے بارش کے پانی کے سوا جو تالابوں میں جمع کر لیا جاتا تھا سیرابی کا اور کوئی ذریعہ نہیں رہا، اور یہ بھی اس کی فوج کے لئے ناکافی ہے۔ تو اس نے خلیفہ عزیزؒ کو لکھا کہ میں اس جگہ ٹھہرنے کی سکت نہیں رکھتا اور افتکین اور قرامطہ کی فوجوں سے میرا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ لہٰذا اگر آپ اجازت دیں تو میں عسقلان کا رخ کروں۔ خلیفہ عزیزؒ نے اس کو اجازت دیدی۔ پس جوہر عسقلان کی طرف چلا اور آخر شب میں وہاں پہنچ گیا۔

حسن قرمطی اور افتکین نے جوہر کا تعاقب کیا اور عسقلان پہنچ کر اسے محاصرے میں لے لیا۔ جوہر کے پاس غذا کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور اشیاء کے نرخ بہت بڑھ گئے۔ عسقلان کے باشندے سخت تنگی میں مبتلا ہو گئے یہ جاڑے کا موسم تھا اور سمندر کے ذریعے جوہر کے لیے رسد کا پہنچنا آسان نہ تھا۔ اب حالات بہت بگڑ چکے تھے یہاں تک کہ جوہر کے سپاہیوں نے پیٹ بھرنے کے لئے اپنے جانور ذبح کرنے شروع کر دیئے تھے۔ ان کو پانچ رطل کی ایک شامی روٹی پانچ معزی دینار میں خریدنی پڑ رہی تھی[۳]۔

واقعہ یہ ہے کہ اس وقت جبکہ جوہر کا لشکر، افتکین اور حسن قرمطی کے لشکروں کے لیے شکار کی حیثیت رکھتا تھا۔ ان مشکل ترین حالات سے نجات پانا صرف جوہر کی شجاعت اور حکمت ہی کی وجہ سے ممکن ہو سکا۔ چنانچہ اس نے افتکین اور قرامطہ کے اس رشتۂ دوستی اور عہد و پیمان اور اتحاد کو توڑنے کی تدبیر شروع کی۔ جس کی پہلی غرض یہ تھی کہ شام کو فاطمیوں کے قبضے سے نکال کر وہاں ان کے اقتدار کو ختم کر دیا جائے۔

جوہر نے طے کیا کہ جو مقصد جنگ کے ذریعے حاصل

نہ ہو سکا اسے نرمی اور ذہانت کے ذریعے حاصل کیا جائے۔ چنانچہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوتا کہ جوہر افتکین کو خط لکھتا ہے اور اسے جنگ و نفرت کی بجائے عہد و پیمان، قول و قرار اور دوستی کی دعوت دیتا ہے اور پھر قاصدوں کو اس کے پاس روانہ کرتا ہے جو اس سے باہم مل بیٹھنے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان دونوں کی ملاقات ہوئی تو جوہر نے اپنی حکمتِ عملی سے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ جوہر اس طرزِ سیاست کا ماہر تھا۔ وہ دین اور مذہب کی راہ سے افتکین کی طرف بڑھا اور اس سے کہا کہ مسلمانوں کا خون نہ بہنا چاہیئے، بہتر ہے کہ فتنے کی آگ بجھا دی جائے۔ حالانکہ وہ عین اس وقت افتکین اور حسن قرمطی کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کی تدبیریں کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی ان تدبیروں میں کسی حد تک کامیاب ہو گیا تو اس کے لئے یہ بات آسان ہو گئی کہ ان لوگوں کا قلع قمع کر دے۔

ابن قلانسی بیان کرتا ہے [۴] کہ:

جب جوہر افتکین سے ملا تو اس سے کہا کہ
تم جانتے ہو کہ دین اور اسلام کی حرمت مجھے

اور تمہیں ایک مرکز پر جمع کر دیتی ہے۔ یہ
یہ فتنہ اب بہت بڑھ چکا ہے، کافی خون
بہہ چکا ہے اور ہم دونوں ہی اس سلسلے
میں خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔
میں نے تمہیں صلح و آشتی اور خدا کی اطاعت
و تسلیم میں داخل ہونے کی دعوت دی اور
اور تمہارے لیئے اس بات کا موقع فراہم
کیا کہ تم اپنے ارادہ و اختیار سے کوئی فیصلہ
کرو۔ مگر تم نے اسے قبول نہیں کیا اور اس
شخص کی بات مانی جو فتنے کی آگ بھڑکا
رہا ہے اور تم سے نصیحت کے چہرے کو
چھپاتا ہے۔ پس خدا کی طرف رجوع کرو اور
اپنے غیر کی خواہش پر اپنی رائے کو فوقیت
دو۔"
افتکین نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم مجھے تم
پہ اور تمہاری رائے اور مشورے پر پوری
طرح بھروسہ ہے۔ مگر تم مجھ سے جو کچھ چاہتے
ہو میں اس پہ قادر نہیں ہوں۔ اور قرمطی

(حسن) اس معاملے میں میرا ساتھ نہیں دے گا۔"

جوسر نے اس کا یہ جواب دیا کہ:

"اب اگر ایسا ہی ہے تو میں تمہاری جواں مردی اور امانت داری پر اعتماد کرتے ہوئے تمہیں سب کچھ بتلائے دیتا ہوں کہ اب معاملہ سخت ہو گیا ہے اور صبر محال ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ اور ان مسلمانوں کے ساتھ جو میرے ساتھ ہیں بھلائی کرو اور اس بات کا ذمہ لو کہ میں یہاں سے روانہ ہو کر شکر ادا کرتا ہوا اپنے صاحب و آقا کے پاس پہنچ جاؤں۔ اس طرح تم ایک طرف تو خونریزی کا سدباب کرو گے اور دوسری طرف ایک کارِ نیک انجام دو گے اور مجھے اور میرے آقا کو ممنون کرو گے جس سے تمہاری نیک نامی ہو گی۔ اور شاید میں تمہیں اس مہربانی کا بدلہ دے سکوں۔"

افتکین نے کہا "میں ایسا ہی کروں گا اور

تمہارے ساتھ بھلائی سے پیش آؤں گا مگر اس کی صورت یہ ہوگی کہ میری تلوار اور حسن قرمطی کا نیزہ عسقلان کے دروازے پر لٹکا دیا جائے گا۔ اور تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ان کے نیچے سے گذرنا پڑے گا۔"

پس جوہر اس بات پر راضی ہوگیا اور ان دونوں کے درمیان معاہدہ ہوگیا اور اس نے افتکین کی انگوٹھی اپنے پاس رکھ لی جس کا مطلب یہ تھا کہ اس معاہدے کی پابندی کی جائے گی۔ اس کے بعد دونوں سردار جدا ہوگئے افتکین اپنے لشکروں میں واپس آگیا اور جوہر عسقلان چلا گیا۔ پھر جوہر نے افتکین کو تحفے بھیجے۔ افتکین نے حسن قرمطی کو اس معاہدے سے مطلع کیا جو اس کے اور جوہر کے درمیان ہوا تھا۔ پس حسن قرمطی اس کے پاس آیا اور کہا کہ:

"تم نے غلطی کی۔ جوہر بہت ہی ہوشیار چالاک اور مکار آدمی ہے۔ اس نے یہ معاہدہ کر کے تمہاری تحقیر کی ہے۔ اب وہ اپنے آقا کے

پاس جائے گا اور اسے ہمارے اوپر چڑھا
کر لائے گا۔ اور پھر ہم میں اس کے مقابلے
کی طاقت نہیں ہوگی۔ پس وہ ہمیں اسیر کر
لے گا۔ بہتر یہی ہے کہ تم معاہدہ توڑ دو تاکہ
وہ اور اس کے ساتھی بھوک سے ہلاک ہو
جائیں اور ہم انہیں اپنی تلواروں کا چارہ
بنا لیں۔"

مگر افتگین نے معاہدے کا پاس کیا اور کہا کہ:

"اب تو میں معاہدہ کر چکا ہوں اور عہد کر
چکا ہوں کہ اس معاہدے کی پابندی کروں
گا۔ میں معاہدہ شکنی کو جائز نہیں سمجھتا۔"

چنانچہ اس نے تلوار اور نیزے کو لٹکا دیا۔ اور جوہر
اور اس کے ساتھی ان کے نیچے سے گذر گئے۔[6]

جوہر اس کہاوت سے واقف تھا کہ "مقصد ذریعے
کو اچھا بنا دیتا ہے۔" پس وہ اس پر راضی ہو گیا کہ وہ اور
اس کے ساتھی افتگین کی تلوار اور حسن کے نیزے کے نیچے سے
گذر جائیں۔ حالانکہ عین اسی وقت اس کو اس بات کا علم
تھا کہ یہ مسئلے کا ایک ایسا حل ہے جس میں اسکی اور فاطمیوں کی

کی سخت توہین ہے۔ مگر یہ کہ جوہر چیزوں کے نتائج کو پہلے بھانپنے والا تھا اور وہ جانتا تھا کہ خطرات کے ظاہر ہونے سے پہلے صورتِ حال سے کس طرح نمٹنا چاہیئے۔ اسی لئے ان لڑائیوں سے سلامت اور بامراد نکل جانا اس کے لئے ممکن ہو سکا۔

دراصل جوہر مہلت چاہتا تھا کہ موقع ملتے ہی افتکین اور حسن قرمطی پر ٹوٹ پڑے۔ جب افتکین نے حسن اپنے اور جوہر کے باہمی معاہدے سے باخبر کیا تو حسن اس حقیقت سے غافل نہیں تھا۔ چنانچہ ہمیں اس کے اس قول سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ:

"اور یہ جوہر بڑا ہوشیار چالاک اور مکار آدمی ہے اس نے یہ معاہدہ کر کے تمہاری تحقیر کی ہے۔ اب وہ اپنے آقا کے پاس جائے گا اور اسے ہمارے اوپر چڑھا کر لائے گا۔ اور پھر ہم میں اس کے مقابلے کی طاقت نہیں ہو گی۔" واقعی برائی وہی ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔

جوہر مصر پہنچا اور امام عزیزؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان کو شام کے حالات سے مطلع کیا۔ اور افتکین

اور اس کے ساتھیوں کے معاملے کی اہمیت اور نزاکت بتائی۔ امام عزیزؒ نے پوچھا کہ:

"تمہاری رائے کیا ہے؟" جو نے کہا کہ:

"اگر آپ پسند کریں تو بنفسِ نفیس ان کے مقابلے کے لئے نکلیں۔ ورنہ وہ میرا تعاقب کریں گے۔"

پس امام عزیزؒ نے تیاری کا حکم دیا اور خود اس لشکر کو لے کر نکلے۔ لشکر کے ساتھ کافی جنس اور ذخیرے تھے جوہر اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔

جب افتگین اور حسن قرمطی کو امام عزیز کے عزم کا علم ہوا تو وہ دونوں رملہ لوٹ گئے۔ اور وہاں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور سخت جنگ ہوئی ہے۔

"افتگین دونوں صفوں کے درمیان جولاں تھا۔ وہ بار بار نیزے اور تلوار سے حملہ کر رہا تھا۔" پس امام عزیزؒ نے جوہر سے کہا کہ: "مجھے افتگین کو دکھاؤ؟" جوہر نے افتگین کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت یہ صورت تھی کہ افتگین کبھی نیزے سے حملہ کرتا تھا اور کبھی تلوار سے۔ اس کے ساتھی اس کی حمایت و حفاظت کر رہے تھے۔ امام عزیزؒ اس کی شہسواری

اور بہادری سے بہت متاثر ہوئے اور ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور نمیرہ نامی ایک شخص کو یہ پیغام دیکر بھیجا کہ :

"اے افتکین میں عزیز ہوں۔ تو نے مجھے تختِ حکومت سے اُٹھا کر یہاں آنے اور براہِ راست جنگ میں حصہ لینے پر مجبور کر دیا ہے۔ مگر اس کے باوجود میں تم سے چشم پوشی اور درگذر کرتا ہوں۔ تو اپنے عمل سے باز آجا اور میرے عفو میں پناہ لے پس تیرے لئے اللہ کا عہد اور اس کی میثاق ہے۔ میں تجھے اپنی اماں میں لیتا ہوں میں تجھے برگزیدہ قرار دیتا ہوں اور میں تیرے نام کو بلند کروں گا۔ میں شام کی ولایت تجھے بخشتا ہوں وہ تیرے حوالے ہے۔"[۹]

نمیرہ افتکین کے پاس گیا اور اسے امام عزیز علیہ السلام کا پیغام پہنچایا۔ پس افتکین باہر نکلا۔ درآں حالیکہ لوگ اُسے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ پا پیادہ ہو گیا۔ اس نے کئی بار زمین کو چوما اور زمین پر گر کر اپنے رخسار خاک سے رگڑنے لگا۔ اور قاصد سے کہا کہ :

امیرالمؤمنین سے عرض کرنا کہ اگر آپ کا

یہ فرمان مجھے پہلے مل گیا ہوتا تو میں بے تامل
آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور آپ
کے حکم کی اطاعت کرتا۔ مگر اب تو جو آپ
ملاحظہ فرما رہے ہیں اس کے سوا کچھ ممکن
نہیں۔"

نمیرہ امام عزیزؒ کے پاس واپس آیا اور جو کچھ سنا
تھا وہ بیان کر دیا۔ امام عزیزؒ نے اس سے کہا کہ:

"پھر جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ مجھ سے
ذرا قریب آجائے تاکہ میں اسے دیکھ سکوں
اور وہ مجھے۔ پس اگر میں اس بات کا مستحق
ہوں کہ وہ مجھ پہ تلوار چلائے تو اسے اختیار
ہے۔"

نمیرہ پھر گیا اور افتکین کو یہ پیغام پہنچایا۔ افتکین
نے کہا کہ:

"یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ امیر المومنین میرے
سامنے جلوہ افروز ہوں اور میں ان سے جنگ
کروں۔ اور صورت یہ ہے کہ معاملہ میرے
قابو میں نہیں رہا ہے۔"

اس کے بعد اس نے فاطمیوں کے بائیں بازو پر حملہ کر کے اسے شکست دیدی۔ اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ امام عزیزؒ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ پس انہوں نے اپنے میمنہ (دائیں بازو) کے ساتھ خود حملہ کیا۔ چتر اُن کے سر پر سایہ فگن تھا۔ افتکین اور حسن کے لشکروں میں اپنا فیصلہ صادر کر دیا۔ ان کے تقریباً بیس ہزار آدمی مارے گئے۔ اور حسن قرمطی فرار ہو گیا۔

اس طرح امام عزیزؒ نے اس فتنے کا سر کچل دیا۔ جو عنقریب نوخیز فاطمی خلافت کے ستونوں کو سرنگوں کر دینے والا تھا۔ افتکین اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر نکل گیا۔ امام عزیزؒ نے اعلان کرا دیا کہ جو اسے پکڑ کر لائے گا اسے ایک لاکھ دینار انعام میں دیئے جائیں گے۔ چنانچہ ایک عرب نے اسے پکڑ لیا اور اسے امام عزیزؒ کے پاس بھیج دیا گیا۔ امام عزیزؒ نے حکم دیا کہ شہر میں اس کی تشہیر کی جائے۔ چنانچہ اس کو اونٹ پر بٹھا کر شہر میں گھمایا گیا۔

"لوگ اس کے منہ پر تھپڑ مارتے تھے اسکی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچتے تھے یہاں تک کہ اس نے اپنے حال سے عبرت حاصل کی۔"

امام عزیزؑ جنگی قیدیوں کو لے کر قاہرہ روانہ ہو گئے اور ان قیدیوں کے ساتھ انہوں نے اچھا سلوک کیا۔ انہیں امان دیدی اور ان کی تن پوشی کی یہ لوگ افتکین کے زمانے میں جو کام کرتے تھے ان کے سپرد وہی کام کئے گئے۔ افتکین کا یہ معاملہ ہوا کہ فاطمی لشکر اُسے لینے کے لئے پہنچا۔ سب کا خیال یہی تھا کہ وہ قتل کیا جا چکا ہے۔ مگر یہاں امام عزیزؑ نادر صفات ظاہر ہوتی ہیں کہ انہوں نے اختیار اور قوت کے باوجود ایک ایسے شخص کو معاف کر دینا پسند کیا جس نے فاطمیوں کو عاجز کر دیا تھا۔ اور قریب تھا کہ وہ اس خلافت کا خاتمہ کر ڈالتا۔ جو اپنے عنفوانِ شباب میں تھی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس عفو و چشم پوشی میں جوہر کا بھی دخل تھا۔ حالانکہ افتکین نے اس پر اور اس کے لشکر پر کیسی قیامت توڑی تھی۔ وہ اپنے آقا امام عزیزؑ کے مزاج کو نرم کرنے اور ایک ایسے دشمن کے حق میں ان کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ جس نے انہیں (امام عزیزؑ کو) سخت پریشان اور مضطرب، ان کی زندگی کے سکون کو مکدر اور ان کی حکومت کو زوال کے بالکل قریب کر دیا تھا۔

ابنِ قلانسی بیان کرتا ہے کہ:

جب افتگین امام عزیزؑ کے سراپردہ خلافت میں داخل ہوا تو اپنے گھوڑے پر سے اتر پڑا اور زمین کو چوما۔ اس کے بعد اسے اس کی نشست کی طرف لے جایا گیا جو اس سے مخصوص کی گئی تھی۔ افتگین اور اس کے ساتھیوں کی جو خاطرداری کی گئی۔ اس کے بعد افتگین کے لیئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہا کہ وہ اپنے آپ کو زمین پر گرادے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور اپنی کلاہ اتار پھینکی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ لوگوں نے اس کی چیخیں سنیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ:

"یہ کریمانہ عفو وبخشش اور احسانِ عظیم تو بڑی بات ہے میں تو اس قابل بھی نہیں تھا کہ مجھے زندہ رہنے دیا جاتا۔"

اس نے کرسی پر بیٹھنے سے انکار کردیا اور امام عزیزؑ کے حضور کھڑا رہا۔ جوہر نے اس کو امام عزیزؑ کا خلعت خاص پہنایا۔ اور اس کا خوف دور کردیا۔ افتگین نے دوبارہ

دعائیں دیں، زمین چومی اور جوہر کے لطف و کرم کا شکریہ ادا کیا۔

امام عزیزؑ نے افتکین کی غیر معمولی عزت افزائی کی اُسے ایک بہت بڑے مکان میں ٹھہرایا۔ اور انعام و اکرام سے نوازا وہ امام عزیزؑ کی بخششوں سے بہرہ مند ہوتا رہا۔ یہاں تک کر ۳۷۲ھ میں اس کی وفات ہو گئی۔ امام عزیزؑ کے وزیر یعقوب ابن کلس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے افتکین کو زہر دلوا کر ہلاک کروایا ہے۔ تاکہ وہ اس کے راستے سے ہٹ جائے۔ چنانچہ امام عزیزؑ نے یعقوب کو ایک مدت تک قید میں رکھا اور پھر آزاد کر دیا۔

اس طرح شام میں فاطمی اقتدار مستحکم ہو گیا۔ اب اسے ایک فاطمی ولایت کی حیثیت حاصل تھی اور دمشق اس ولایت کا مرکز تھا۔ فاطمی خلافت کے آخری عہد تک یہی صورت رہی۔ یہاں تک کہ محمود نورالدین ابن زنگی نے دمشق میں خود مختاری حاصل کر لی۔ اور فلسطین کے ایک بڑے حصے پر صلیبیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد وہ ایوبی حکومت کا ایک حصہ بن گیا۔

٭٭

حوالہ جات

۱ : تاریخ ذیل دمشق ص ۱۵ - ۱۶

۲ : مقریزی کا بیان ہے (الخطط جلد دوم ص ۹) کہ حسن قرمطی نے ۳۶۶ھ میں رملہ میں وفات پائی اور اس کے بعد اس کے چچا کا لڑکا جعفر قرامطہ کا سردار ہوا۔ افتکین اور قرامطہ کے تعلقات خراب ہو گئے۔ ابن قلانسی کا بیان ہے کہ حسن قرمطی فاطمیوں سے جنگ آزما رہا اور ۳۶۸ھ تک شام میں فتنہ و فساد برپا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۳۶۸ھ میں خلیفہ عزیز سے شکست کھا کر میدان سے بھاگ نکلا۔ ہم ابن قلانسی ہی کے بیان کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اس نے اپنے آپ کو تاریخ دمشق کے لئے وقف کر رکھا تھا نیز یہ کہ وہ مقریزی سے تین صدی پہلے کا مورخ ہے۔ کیونکہ اس نے ۵۵۵ میں وفات پائی جب کہ مقریزی کا سالِ وفات ۸۴۵ھ ہے۔

۳ : ابن قلانسی : ذیل تاریخ دمشق ص ۱۶ - ۱۷ -

۴ے : ذیل تاریخ دمشق ص ۱۷

۵ے : یہ مغلوب ہو جانے کی علامت تھی۔

۶ے : ابنِ قلانسی : ذیل تاریخ دمشق ص ۱۷ - ۱۸ -

۷ے : مقریزی : الخطط جلد ۲ ص ۲۸۱ -

۸ے : ابنِ قلانسی : ذیل تاریخ دمشق ص ۱۸ -

خاتمۂ کلام

اگرچہ امام معزؑ مصر کے حالات سے واقف تھے اور انہیں اس کے ضعف و انحطاط کا اندازہ تھا۔ مگر پھر بھی وہ یہ سمجھتے تھے کہ مصر کی فتح ایک بہترین ذہن اور حکیمانہ فوجی قیادت کی محتاج ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس مہم کے لئے جوہر کا انتخاب کیا۔ اس سے پہلے وہ اسے اپنا کاتب اور وزیر بنا چکے تھے اور وہ سپہ سالار کی حیثیت سے بلادِ مغرب کے مضبوط شہروں کو فتح کر چکا تھا۔ اور امام معزؑ کو اس سے یہی امید تھی۔ چنانچہ اس کے ہاتھوں مصر کی فتح مکمل ہوئی۔ اور مصر فاطمیوں کا مرکزِ خلافت قرار پایا۔ یہ جوہر کی مہارت اور سیاسی خوش رفتاری ہی تھی کہ مصر میں امن و امان قائم رہا اور وہاں کے باشندے رضامند رہے۔ حالانکہ وہ شیعیت اور فاطمی مسلک سے بغض رکھتے تھے۔

جوہر نے اس فاطمی حکمتِ عملی کو نافذ کیا۔ جو اس منصوبے کو اپنے سامنے رکھتی تھی کہ مصر کو ایک ایسے پل کے

طور پر استعمال کیا جائے۔ جس سے گذر کر فاطمین مشرق تک پہنچ سکیں۔ اور فاطمیوں کی وسیع و عریض خلافت کی بنیاد رکھی جا سکے۔ اس سیاست اور حکمتِ عملی کو عمل میں لانے کے لیئے امام معزؑ نے جوہر کا بالکل صحیح انتخاب کیا تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ فاطمی اقتدارِ شام و فلسطین میں اس وقت تک استحکام حاصل نہ کر سکا جب تک جوہر نے اس مہم کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔ حالانکہ اس سے پہلے جعفر ابنِ فلاح ناکام ہو چکا تھا۔ اس کے ہمراہی تتر بتر ہو گئے تھے۔ اور اس کے لشکر نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اور خود وہ میدان جنگ میں کام آگیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ (جعفر ابنِ فلاح) احتیاطِ تدبر اور دُور اندیشی سے محروم تھا۔ اور یہی وہ خوبیاں تھیں جو قائد جوہر میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

قسمت نے جوہر کا ساتھ دیا اور اس نے قرامطہ کا کام تمام کر دیا۔ اور انہیں شکست دیکر مصر سے بھگا دیا۔ حالانکہ صورت یہ تھی کہ وہ ایک مدت سے مصر پہ ٹوٹ پڑنے اور اسے فتح کرنے کے آرزو مند تھے۔ جیسا کہ وہ مشرق کے دوسرے شہروں پہ ٹوٹ پڑے تھے۔ اگر جوہر کی قوت و طاقت اور جنگی مہارت نہ ہوتی تو قرامطہ یقیناً اپنے ارادوں

میں کامیاب ہو جاتے اور مصر میں فاطمی اقتدار کا خاتمہ کر ڈالتے۔

مصر میں جوہر کے آثار اس کی یادگاریں اس عظیم فاتح اور سپہ سالار کی برکتوں کا حال سناتی ہیں۔ وہ قاہرہ کا بانی تھا۔ قاہرہ وہ دار السلطنت تھی جسے دوسرے اسلامی دار السلطنتوں پر فوقیت تھی جو اس اسلامی تمدن کا منارہ تھا۔ جس کا نور آفاق میں پھیلا ہوا تھا۔ قاہرہ عباسیوں کے دار الحکومت بغداد اور بنو امیہ کے دار السلطنت قرطبہ سے بازی لے گیا تھا وہ علوم و فنون کا مرکز، عالموں کا کعبہ اور ادیبوں اور شاعروں کی منزلِ مقصود بن گیا تھا۔ ایرانی سیاح ناصر خسرو جس نے تمام مشرقی شہروں کی سیاحت کی تھی۔ اور ان کی تہذیبی تمدنی علمی اور فنی شان کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے کہ:

"فاطمیوں کے عہد کا قاہرہ زندگی کے ہر شعبے میں ان شہروں سے بازی لے گیا تھا"

وہ چیز جو قائد جوہر کے تجربے اور اس کی اعلیٰ سیاسی بصیرت کو ثابت کرتی ہے یہ ہے کہ اس نے فاطمی

مذہب کی نشر واشاعت میں سختی سے کام نہیں لیا بلکہ صلح و آشتی کو اپنا وسیلہ بنایا اور ان مسجدوں سے کام لیا۔ جنہیں اس نے فاطمی تعلیمات کے مرکزوں اور مدرسوں کی حیثیت دے دی تھی۔ اور جہاں لوگ ان تعلیمات کو حاصل کرنے کے لئے آتے تھے۔ لیکن اس نے کسی کو مجبور نہیں کیا۔ اس نے جامع ازہر کی بنیاد اس لئے رکھی تھی کہ وہ فاطمی مذہب کی تعلیمات کا مرکز بنے۔ تاکہ اسے دوسری مسجدوں میں جا کر مصر کے سنیوں کے مذہبی شعور کو تنگ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اگرچہ جامع ازہر کے علاوہ دوسری مسجدوں میں بھی فاطمی مذہب (شیعیت) کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ مگر تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ لوگ اس مذہب کی تعلیمات کے لئے زبردستی کھینچ کر لائے جاتے ہوں۔ لیکن اس نرمی کے ساتھ جوہر نے فاطمیوں کے سیاسی مقصد کو فراموش نہیں کیا اور وہ مقصد یہ تھا کہ شیعہ مذہب کو مصر میں عام کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں اس نے مادی وسائل سے بھی کام لیا۔ اور وہ اس طرح کہ حکومت کے اہم شعبے شیعہ مذہب کے ماننے والوں کو دیئے جاتے تھے۔ خواہ وہ مصر کے رہنے والے ہوں یا بلادِ مغرب کے۔

جوہر ایک منصف اور عادل حاکم کا بہترین نمونہ تھا۔ وہ لوگوں کی شکایات سننے کے لئے خود بیٹھتا تھا۔ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرتا، انہیں ان کے حقوق دلواتا، سرکشوں، قانون شکنوں اور امن دشمن افراد کو سزائیں دیتا، چاہے وہ اس کے قریبی لوگ ہی کیوں نہ ہوتے۔ چنانچہ اس نے مغربی افواج کو سزا دی اور انہیں مصریوں پر ظلم کرنے سے سختی کے ساتھ روک دیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض سرکشوں کو موت کی سزا دی تاکہ انہیں اپنی حرکتوں کا بدلہ ملے اور دوسرے لوگ اس قسم کی حرکتوں سے باز آجائیں۔ اس معاملے میں وہ عمرو ابنِ عاص، احمد ابنِ طولون، محمد ابنِ طغج اخشید، صلاح الدین ایوبی اور ان منتخب امیروں، عظیم مدبروں سیاستدانوں کی مثل تھا۔ جنہوں نے عہدِ اسلامی میں مصر پہ حکومت کی۔

کوئی شبہ نہیں کہ جوہر خاص طور پہ مصر میں اور عام طور پہ مشرق میں فاطمی تہذیب و تمدن کا بانی تھا۔ اس کے آقا امام معزؑ اس کی ذات پہ اس قدر اعتماد رکھتے تھے جس کی کوئی حد نہیں۔ انہوں نے مصر کی ولایت و

حکومت چار سال تک جوہر کے قبضے میں رہنے دی۔ اور اس دوران میں وہ مصر کی طرف سے یکسر بے فکر رہے۔ انہوں نے تمام تر اختیارات جوہر کے سپرد کر دیئے تھے۔ اگرچہ خود جوہر نے ان سے بار بار اصرار بھی کیا کہ وہ تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام معز مصر کی حکومت اور ملک داری کے سلسلے میں جوہر کی لیاقت و قابلیت کے کس حد تک معترف تھے۔ مقریزی بیان کرتا ہے کہ[1]:

> منجوتکین ترکی سنہ ۳۸۱ھ میں خلیفہ عزیز کے محل سے گھوڑے پر سوار باہر نکل رہا تھا۔ سپہ سالار جوہر، ابنِ عمّار اور دوسرے عمائدینِ حکومت اس کے جلو میں پیدل چل رہے تھے۔ جوہر کا ہاتھ ابن عمار کے ہاتھ میں تھا۔ اس وقت ابنِ عمار نے گہرا سانس لیا اور ایک ایسی آہ بھری کہ قریب تھا کہ کلیجہ پھٹ جائے اور کہنے لگا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پس جوہر نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور کہا کہ: ابنِ

عمّار میں تمہیں اس سے زیادہ متحمل اور بردبار سمجھتا تھا۔ ہر زمانے کی اپنی دولت اور اپنے اہلِ دولت ہوا کرتے ہیں۔ کیا ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنی باری کے علاوہ دوسروں کی باری بھی ہمیں کو مل جائے؟ جب میں مصر روانہ ہونے والا تھا تو مولانا امام معزؑ نے اپنی اولاد، اپنے راکین حکومت اپنے بھائیوں اور اپنے ولی عہد کو میرے اعزاز میں پیدل چلنے کا حکم دیا تھا۔ اور لوگ اس بات پر حیران ہوئے تھے۔ اور اب وہی میں ہوں کہ منجوتکین کے جلو میں پیدل چل رہا ہوں، انہوں نے فاطمیوں کی طرف اشارہ ہے انہوں نے ہماری عزت افزائی کی اور ہماری وجہ سے دوسروں کو نوازا۔ اب اس کے بعد میں تو یہ کہتا ہوں کہ یا اللہ موت کو مجھ سے قریب کر دے۔ میری عمر بھی اب اسی سال سے اوپر ہو چکی ہے۔"

اسی سال سپہ سالار جوہر کی وفات ہو گئی۔ خلیفہ عزیز باللہؑ خود اس کی عیادت کو گئے اور اس کے پاس پانچ ہزار دینار بھیجے۔ جوہر نے ۲۳ ذی قعدہ ۳۸۱ھ میں پیر کے دن وفات پائی۔ خلیفہ عزیز باللہؑ اور ان کے فرزند اور ولی عہد منصور ابو علی نے جو خلیفہ عزیزؑ کے بعد حاکم بامر اللہؑ کے لقب سے منصب خلافت پہ فائز ہوئے۔

۳۸۶ھ/ کو جوہر کی تجہیز و تکفین کے لئے کافور اور کفن بھیجا۔ جوہر کو ۷۰ زرتار چادروں میں کفنایا گیا اور خلیفہ عزیزؑ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ابن ایاس کا بیان ہے کہ:

"الکبیر (قبرستان کبیر) میں دفنایا گیا۔ خلیفہ عزیزؑ نے جوہر کے بیٹے حسین کو خلعت عنایت کیا۔ اس کو اس کے باپ کے مرتبے اور درجے سے نوازا۔ اور قائد ابن قائد کے لقب سے سرفراز کیا۔ اور جو کچھ اس کے باپ نے چھوڑا تھا اسے اس کا مالک بنا دیا۔ وہ خلیفہ عزیزؑ کی بخششوں کا مرکز بنا رہا۔ یہاں تک کہ امام حاکم بامر اللہؑ

وارث خلافت ہوئے۔ پس انہوں نے حسین
کو محکمہ برید (ڈاک) اور محکمہ انشا تفویض
کیا۔ (۳۸۶ھ/۹۹۰ء) میں رعایا کے
امور اور حکومت کے معاملات کی دیکھ بھال
بھی اس کے سپرد کی گئی ؁۔

اس طرح جوہر کی زندگی اختتام کو پہنچی۔ جوہر جو ایک عظیم کاتب، جہاندیدہ سپہ سالار اور ماہر سیاستدان تھا۔ اس کی موت سے عظمتوں اور بزرگیوں کا ورق پلٹ گیا۔ وہ عاقل اور عادل تھا۔ اور لوگوں کے ساتھ احسان سے پیش آتا تھا۔ اس لئے یہ بات کوئی عجیب نہیں کہ لوگوں کو اس کی موت کا بڑا صدمہ ہوا۔ اور مختلف عقائد اور خیالات رکھنے والے شاعروں نے اس کے مرثیے لکھے۔ چنانچہ مصر میں ایسا کوئی شاعر نہیں بچا جس نے اس کی موت پر مرثیہ نہ لکھا ہو۔ اور اس کے زبردست علم و ادب عظیم شخصیت، بلند صفات اور نادر صلاحیتوں کی تعریف نہ کی ہو۔ خدا جوہر پر اپنی رحمت نازل کرے۔ یقیناً لوگوں میں اس کی مثال کم ملتی ہے۔

——

حوالہ جات

۱ : الخطط جلد ۱ ص ۳۷۹ ۔

۲ : جوہر نے ابن عمار سے بیان کیا تھا کہ جب امام معزؑ مصر آئے تو میں نے قیدیوں کو ان کے سامنے پیش کیا۔ ان قیدیوں میں یہ منجوتکین بھی تھا جو اس وقت لڑکا تھا۔ جب امام معزؑ کی اس پہ نظر پڑی تو وہ اس کو غور سے دیکھنے لگے۔ جب میں قیدیوں کو ان کے سامنے پیش کر چکا تو میں نے امام معزؑ سے کہا:

یا مولانا! آپ نے اس ترکی کو جس طرح دیکھا۔ اس طرح دوسرے قیدیوں کو نہیں دیکھا؟"۔

امام معزؑ نے کہا:

"اے جوہر عنقریب تم دیکھو گے کہ ہماری اولاد میں سے کسی کو اسی نسل کا لڑکا ملے گا اور اس کے ہاتھوں بڑی بڑی فتوحات ہوں گی"۔

پھر جوہر نے ابن عمار سے کہا کہ:

میں سمجھتا ہوں کہ جس لڑکے کی طرف مولانا معزؑ

نے اشارہ فرمایا تھا وہ یہی ہے۔"

۳ے: صرف ابن ایاس ہی نے جوہر کے مدفن کا ذکر کیا ہے مگر دوسرے مورخوں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا۔ مثلاً ابن زیات نے اپنی کتاب "الکواکب السیارہ فی ترتیب الزیارہ" اور سخاوی نے اپنی کتاب "تحفۃ الاحباب و بغتیہ المطلاب فی الخطط والتراجم والبقاع المبارکات" میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ یہ دونوں وہ سب سے اہم ماخذ ہیں جن کی طرف مشہور لوگوں کی قبروں کی جگہ معلوم کرنے کے سلسلے میں رجوع کیا جاسکتا ہے۔ یہی حال مقریزی کا ہے جس نے فاطمیوں کے متعلق تمام معلومات کا احاطہ کیا ہے۔ ابوالمحاسن سیوطی اور مصر کے دوسرے مورخوں نے بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔

وہ مقبرہ جو جامع ازہر کے شمال میں اب تک باقی ہے اور جسے بعض لوگ جوہر کا مقبرہ سمجھتے ہیں دراصل خاندان ممالیک کے ایک امیر جوہر قنتقبائی کا مقبرہ ہے اسی کی طرف مدرسہ جوہریہ منسوب ہے (الخطط التوفیقیہ جلد ۴ ص ۲۰ سخاوی کی "الضوءاللامع" سے منقول)

ےگ: مقریزی الخطط جلد ۲ ص ۱۴ - ۱۵ -